بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامۂ اردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

Digitized by Khilafat Library

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر تبصرہ

مُہتمم

علی محمدؐ اجمیری

بابت جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ھ مطابق ماہِ اگست ۱۹۳۸ء

جلد ۳۷ عدد ۵

سیٹ "کلیدِ ترجمۂ قرآن مجید"

صرف دوسوچالیس (۲۴۰) گھنٹوں میں تمام قرآن کریم کے ترجمہ سیکھنے کا نہایت آسان طریق

سیٹ کلید ترجمۂ قرآن مجید کے مطالعہ سے آپ صرف دو گھنٹہ روزانہ خرچ کر کے چار ماہ کے قلیل عرصہ میں تمام قرآن کریم کے حرف حرف اور لفظ لفظ کا ترجمہ خود سیکھ کر اپنے بیوی بچوں کو پڑھا سکتے ہیں انشاء اللہ۔ یہ سیٹ مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے:-

۱- **اسباق القرآن** مجلد حجم دو سو صفحات رسالہ ریویو کے سائز پر۔ اس میں قرآن کریم کے پہلے اور دوسرے پارہ کے ایک سو پندرہ (۱۱۵) سبق درج ہیں۔ ہدیہ صرف بارہ آنے

۲- **عمدۃ لغات القرآن**۔ جس میں قرآن کریم کے دس ہزار الفاظ کے معنے درج ہیں کاغذ اعلیٰ سائز رسالہ ریویو۔ ہدیہ صرف بارہ آنہ

۳- **قرآنِ کریم مترجم** مجلد معہ تفسیری نوٹوں کے منظور کردہ نظارت تصنیف و تالیف۔ ہدیہ صرف دو (۲) روپیہ:

مکمل سیٹ کی قیمت علاوہ محصولڈاک صرف تین روپیہ آٹھ آنہ ہے:

نوٹ۔ اگر آپ سیٹ "کلید ترجمۂ قرآن مجید" کے ذریعہ قرآن کریم کا ترجمہ بلا اُستاد سبقاً سبقاً پڑھنے پر قادر نہ ہو سکیں تو ایک ہفتہ کے اندر سیٹ واپس کر کے اپنی رقم وصول کر لیں۔ خریداران سیٹ کو قاعدہ یسرنا القرآن بجائے پانچ آنہ کے تین آنہ میں اور چھوٹا یسرنا القرآن بجائے ڈیڑھ آنہ کے ایک آنہ میں بھیجا جائے گا:

دو نایاب کتابیں

۱- **اشاعت اسلام**۔ یہ کتاب اشاعتِ اسلام کے حالات اور سوانح حیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہم موضوع پر حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے مفسرِ قرآن کی بیش بہا تصنیف ہے۔ حجم ۳۵۸ صفحات۔ قیمت صرف آٹھ آنہ:

۲- **طبِّ رُوحانی**۔ مصنفہ حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم جس میں علم توجہ (مسمریزم) کے ذریعہ بیماریوں کے علاج اور سلب امراض کا طریق درج ہے۔ قیمت اصلی ایک روپیہ۔ رعایتی آٹھ آنہ:

قرآن کریم کا ہر ایک پارہ علیحدہ علیحدہ اور حمائلیں اور ہر قسم کے قرآن کریم مترجم و غیر مترجم اور قرآنِ کریم کے متعلق ہر قسم کی کتابیں پتہ ذیل سے طلب کریں:-

حکیم عبد اللطیف منشی فاضل مینیجر دار الاشاعت تعلیم القرآن قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

Digitized by Khilafat Library

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۷ | ۸ - جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ سنہ ھ مطابق ۵ - اگست ۱۹۳۸ سنہ ع | عدد ۵

قیمت سالانہ اندرون ہند تین روپے۔ بیرون ہند ساڑھے تین روپے۔ طلباء اور غیر احمدی احباب سے اڑھائی روپے

فہرست مضامین

عیسائیوں میں کثرت شراب خواری کی وجہ صہ ۲ — آج سے چھتیس برس پیشتر کے ریویو آف ریلیجنز سے اقتباس
خانہ کعبہ صہ ۳ — علی محمد اجمیری
مظلوم فلسطین صہ ۱۰ — مولانا محمد سلیم صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ
دُنیا کا سردار صہ ۲۴ — مولانا محمد دین صاحب سابق مبلغ امریکہ
چچا کی موجودگی میں بھتیجا اپنے دادا کے ترکہ کا وارث ہوتا ہے یا نہیں صہ ۲۸ — مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ
تردید دلائل انقطاع نبوت بعد آنحضرت صلعم۔ صہ ۳۳ — از افاضات حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

عیسائیوں میں کثرت شرابخواری کی وجہ

(آج سے چھتیس برس پیشتر کے ریویو آف ریلیجنز سے)

عیسائی ہفتہ وار اخبار اپیفینی (کلکتہ) نے اپنے پرچہ مطبوعہ ۲۷- اپریل سنہ ۱۹۰۱ء میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مسیح گوشت کھاتا اور مے بھی پیتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library

اب ہم بائیبل کی شہادت پر غور کرتے ہیں۔ انجیل متی کے ۱۱ باب کی ۱۸ و ۱۹- آیات میں لکھا ہے "کیونکہ یوحنا کھاتا پیتا نہیں..... ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور وے کہتے ہیں دیکھو ایک کھاؤ اور شرابی اور محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار" اور انجیل لوقا کے ۷ باب کی ۳۳ و ۳۴ آیات میں لکھا ہے "کیونکہ بپتسمہ دینے والا آیا جو نہ روٹی کھاتا اور نہ مے پیتا تھا..... ابن آدم آیا جو کھاتا پیتا ہے اور تم کہتے ہو کہ دیکھو ایک بڑا کھاؤ اور مے خوار اور محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا دوست" ان آیات میں یسوع نے صاف صاف اپنی شرابخواری کا اقرار کیا ہے۔ نیز ان لوگوں کی شہادت کا بھی ذکر دیا جو ظاہراً کثرت مے نوشی کے باعث اسکو شرابی کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر یہ کہنا کہ اگرچہ یسوع شراب پیا کرتا تھا، لیکن اس کا پینا اعتدال کی حد تک تھا، محض ایک دعویٰ بیدلیل ہے۔ اناجیل کے الفاظ اسکے متقابلہ دعویٰ کے مؤید ہیں۔ یہودیوں نے اسے میخوار یعنی شرابی کہا۔ لیکن اس نے بجائے اپنی بریت ظاہر کرنیکے ملزم ہونا پسند کیا، اور بجائے اپنا اعتدال جتانے کے خود اپنی شرابخواری کی تصدیق کی۔ نیز ساری دنیا کا تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ اکثر شرابی حد اعتدال سے گذر جاتے ہیں اور خواہ وے سوچ سمجھ کر قدم رکھیں تو بھی یقیناً کثرت میخواری کے گڑھے کے کنارے تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر پادری وراخ صاحب اسکو ہمارے اس دعوے کا ثبوت نہیں مانتے کہ یسوع شراب پینے کا حامی تھا، تو ہم انکو یسوع کے سب سے پہلے معجزے کی طرف متوجہ کرتے ہیں:-

یہ معجزہ قانائے گلیل کی ایک شادی میں دکھایا گیا اور یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب میں یہ واقع مندرج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دولہا نے براتیوں کیلئے شراب کافی مہیا کی تھی، لیکن جب ذخیرہ ختم ہوگیا تو مخمور جماعت نے اور شراب کیلئے شور مچایا۔ یسوع نے جو مع اپنے شاگردوں کے اس جماعت میں شامل تھا اس موقع کو غنیمت جانکر پانی کے چھ مشکوں (کُل ۱۶۲ گیلن) کی اعلیٰ شراب بنا ڈالی۔ اور اس طریقہ سے تمام براتیوں کو بذات خود شراب بنا کر مخمور کیا۔ جب یسوع کی نو ساختہ شراب مجلس کے سردار کے سامنے لائی گئی تو اس نے دولہا کو بلایا، اور اسے کہا کہ "ہر شخص پہلے اچھی مے خرچ کرتا ہے اور ناقص اسوقت تک کہ جب پی کے چھک گئے۔ پر تو نے اچھی مے ابتک رکھ چھوڑی ہے" میر مجلس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ لوگ پیشتر بھی مخمور تھے جبکہ یسوع نے بڑی فیاضی سے ۱۶۲ گیلن شراب جو اکیلی تمام جماعت کے مخمور کرنیکے لئے مکتفی تھی اور انکے لئے مہیا کردی۔ عیسائیوں کی خاص مذہبی رسم عشائے ربانی میں شراب کے داخل کرنے سے مسیحی جماعت کے اخلاق کو ہمیشہ کیلئے نقصان پہنچا ہے۔ ایکطرف تو انکو قابل تقلید استاد یسوع کا نمونہ اور عملدرآمد ہے اور دوسری طرف اسنے شراب کو عشائے ربانی کا جزو بنانیکی صریح تعلیم دی۔ پس انہیں وجوہات کے سبب ہم نے لکھا تھا کہ عیسائی اقوام میں کثرت شرابخواری کا رواج حد سے

زیادہ ہو رہا ہے

خانۂ کعبہ

(۲)

حضرت ہاجرہؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے حکم کی تعمیل میں اپنے اور اپنے بچّہ کیلئے جنگلی جھاڑیوں کی ٹہنیوں اور پتّوں سے ایک جھونپڑی بنائی - ان کے پاس پانی کا صرف ایک مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں تھیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنی واپسی پر دے گئے تھے - پانی جلد ہی ختم ہوگیا - حضرت ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو پیاس لگی - پیاس کی شدّت کے باعث حضرت ہاجرہؑ کا دُودھ بھی خشک ہوگیا، اور حضرت اسمٰعیلؑ بیہوش ہو گئے - ہاجرہؑ یہ سمجھ کر کہ اب میرے بچّے کی زندگی کا خاتمہ ہونے والا ہے، وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئیں، تا وہ اپنے بچّے کی پیاس کی موت کو نہ دیکھیں - پھر اس خیال سے کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے چلنے پھرنے میں کوئی بہتری کا سامان پیدا کرے، اِدھر اُدھر چکر لگانے لگیں سامنے صفا پہاڑی تھی، اس پر چڑھ گئیں، بچّے کو دیکھا اور خدا سے دُعا کی - وہاں سے اُتر کر مروہ پہاڑی کیطرف گئیں - اور ان دونو پہاڑیوں کی درمیانی وادی کو دَوڑ کر عبور کیا، کیونکہ وہاں سے انہیں بچّہ نظر نہ آتا تھا - مروہ پر کھڑی ہوکر پھر خدا سے پانی کے لئے دُعا کی - اور اس طرح گھبراہٹ میں دونو پہاڑیوں پر سات چکر لگائے - حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج کے موقعہ پر حاجی صفا و مروہ کے درمیان جو سات چکر دَوڑ کر لگاتے ہیں، وہ ہاجرہؑ کے اسی واقعہ کی یاد میں ہیں[۱] -

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو شعائر اللہ قرار دیا ہے فرمایا :-

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (بقرۃ - ۱۹) بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں -

حضرت ہاجرہؑ جب سات چکر پورے کر چکیں تو انہیں ایک آواز سُنائی دی - انہوں نے خیال کیا کہ پیاس اور تکان کی وجہ سے میرے کان بجتے ہیں - اسوقت وہ مروہ پر کھڑی تھیں - کان لگا کر سُننے کی کوشش کی تو پھر پہلی سی آواز آئی - آپ نے آواز دینے والے کو جو ابھی تک نظروں سے پوشیدہ تھا مخاطب کرکے فرمایا کہ میری مدد کرو کیونکہ میں سخت تکلیف میں ہوں - آواز دینے والا در اصل جبریل فرشتہ تھا، جو آواز دیتا ہُوا ہاجرہؑ کے آگے سے گذر گیا - اِس سے ان کے بدن میں کچھ طاقت سی آگئی، اور وہ اُسکے

Digitized by Khilafat Library

[۱] بخاری جلد ۲ کتاب الانبیاء

پیچھے پیچھے روانہ ہوئیں۔ حتیٰ کہ جب وہ چاہ زمزم کی جگہ پر پہنچے تو جبریل متمثل ہو کر ہاجرہؑ کو نظر آیا۔ اس نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھودنا شروع کیا جس سے پھوٹ پھوٹ کر پانی بہ نکلا۔ ہاجرہؑ نے اس خوف سے کہ پانی ضائع نہ ہوجائے اس کے اِرد گرد پتھر رکھدئے اور اسے حوض سا بنا دیا۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"خدا والدۂ اسمٰعیلؑ پر رحمتیں نازل کرے، اگر وہ زمزم کے پانی کو نہ روکتیں تو یہ ایک بہنے والا چشمہ ہوجاتا۔" [سلہ]

جب ہاجرہؑ اپنے بچے کو پانی پلا چکیں، اور خود بھی پی چکیں، تو فرشتہ نے انہیں مخاطب کرکے کہا کہ:۔

"ڈرو مت، یہ پانی ختم نہیں ہوگا۔ اور تمہیں یہ خوشخبری ہو کہ تمہارا بیٹا جوان ہوگا، اور اس کا باپ شام سے آئیگا، اور یہ دو تو یہاں خدا کا گھر بنائیں گے، جہاں لوگ دنیا کے چاروں کونوں سے لبّیک لبّیک کہتے ہوئے آئیں گے۔ اور اس گھر کے گرد گھومیں گے۔ اور خدا کے یہ مہمان اس چشمہ کا پانی پیئیں گے۔"

ہاجرہؑ اس سے بہت خوش ہوئیں، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے گیت گائے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد جرہم قبیلہ کے کچھ آدمیوں کا اِدھر گذر ہوا۔ (یہ قبیلہ یمن سے آیا تھا، اور وادیٔ مکّہ سے کچھ فاصلہ پر آباد تھا۔) انہوں نے زمزم پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو یقین کیا کہ یہاں پانی ہے۔ چنانچہ ایک آدمی کو تحقیق کے لئے بھیجا، تو وہاں پانی پایا۔ انہوں نے واپس آکر اپنے قبیلہ کے دوسرے لوگوں کو اس کی اطلاع دی۔ وہ لوگ بھی وہاں آئے اور حضرت ہاجرہؑ سے زمزم پر رہنے کی اجازت مانگی۔ حضرت ہاجرہؑ نے اجازت دیدی، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امّ اسمٰعیل کو یہ بات پسند آئی، کیونکہ وہ آبادی اور معیّت چاہتی تھیں۔ قبیلہ جرہم کے لوگ وہاں رہنے لگے، اور وہ چند گھرانے ہوگئے۔ اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو انہوں نے ان سے عربی زبان سیکھی، اور بالغ ہوئے تو ان کی ایک لڑکی سے شادی کی۔ [سلہ]

"دی مسلم ورلڈ" کے نامہ نگار مسٹر الیگزنڈر سے مذکورہ بالا واقعات کو بیان کرنے میں مندرجہ ذیل غلطیاں اور فروگذاشتیں سرزد ہوئی ہیں:۔

اوّل۔ صاحب موصوف نے اِن کی ترتیب مدّ نظر نہیں رکھی، بلکہ پہلے واقعات کو پیچھے، اور پچھلے واقعات کو پہلے درج کردیا ہے۔ مثلاً کعبہ کی تعمیر کا واقعہ یوں بیان کیا ہے، کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام

سلہ بخاری جلد ۲ کتاب الانبیاء۔ سلہ بخاری کتاب الانبیاء۔

اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کو پہلی مرتبہ وادیٔ مکّہ میں لیکر آئے تو اسوقت انہوں نے کعبہ تعمیر کیا۔ حالانکہ اس بارہ میں بلا استثناء تمام روایات متفق ہیں کہ پہلی مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کو چھوڑ کر شام کو واپس چلے گئے۔ پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ (اختلاف روایات) ان کی خبرگیری کے لئے آئے، تو حضرت اسمٰعیلؑ کی معیّت میں خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ تاریخ اور سیرت کی ساری کتابوں میں کوئی ایک کمزور سے کمزور روایت بھی ایسی نہیں ہے جس سے مسٹر الیگزنڈر کے بیان کی تصدیق ہوتی ہو۔

دوم۔ مسٹر الیگزنڈر نے پانی ختم ہوجانے اور حضرت ہاجرہؑ کے پانی کی تلاش میں سرگردان پھرنے کا واقعہ کعبہ کی تعمیر کے بعد لکھا ہے اور یہ بھی باتفاق روایات غلط ہے۔

سوم۔ مسٹر الیگزنڈر نے زمزم کے متعلّق لکھا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنی ایڑیوں سے زمین کھودی، اور اس سے پانی پھوٹ نکلا۔ لیکن حق یہ ہے کہ فرشتہ نے متمثل ہوکر اپنی ایڑی سے زمین کھودی اور اس سے چشمہ ظاہر ہُوا۔

Digitized by Khilafat Library

چہارم۔ مسٹر الیگزنڈر نے لکھا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے دو۲ شادیاں عمالیق قبیلہ کی دو۲ عورتوں سے یکے بعد دیگرے کیں۔ حالانکہ صحیح روایت کے مطابق آپکی دونوں شادیاں جرہم قبیلہ کی دو۲ عورتوں سے ہوئیں۔ اور اگر ضعیف روایات کو دیکھا جائے، تو ان میں بھی صرف ایک شادی عمالیق قبیلہ میں ہونے کا ذکر ہے، اور دوسری جرہم قبیلہ میں۔ مسٹر الیگزنڈر نے دونوں شادیاں عمالیق قبیلہ میں ہونے کا ذکر کرکے انتہائی فاش غلطی کی ہے۔

اسلامی روایات میں حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کے واقعۂ ہجرت کے بارہ میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار اور صحیح روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے، جو بخاری میں درج ہے۔ مذکورہ بالا تفصیلات کا اکثر حصّہ ہم نے اسی روایت سے لیا ہے۔ گو اس روایت کے بعض حصّے اصطلاحاً غیر مرفوع ہیں، یعنی حضرت ابن عباسؓ نے انہیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب نہیں کیا، مگر جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے، قصّہ کے سیاق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ سب واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے الفاظ میں نہیں تو کم از کم حضورؐ کے ارشادات کی روشنی میں بیان کئے ہیں، اور اس لحاظ سے اسے مرفوع روایت کا مقام حاصل ہے۔

اب ہم اِس واقعہ کے متعلّق توریت کا بیان بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ توریت میں یہ واقعہ کتاب

پیدائش کے باب ۱۵ سے ۱۸ تک بیان ہوا ہے، جس کا ملخّص یہ ہے، کہ

حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی سارہؑ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے گھر کا مختار الیعزر نامی ایک دمشقی خانہ زاد تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے فرزند کے لئے دُعا مانگی جو مقبول ہوئی، اور حضرت ہاجرہؑ حاملہ ہوئیں۔ سارہؑ کو اس سے رشک پیدا ہوا اور وہ ہاجرہؑ پر سختی کرنے لگیں۔ ہاجرہؑ نے تنگ آکر گھر چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئیں اور ایک چشمہ پر آکر ٹھہر گئیں۔ وہاں ایک فرشتہ نے ان سے مخاطب ہوکر کہا:۔

"تُو اپنی بی بی (سارہ) کے پاس پھر جا۔ اور اس کے تابع رہ۔ اور خداوند کے فرشتے نے اسے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا، اتنا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائیگی۔ تُو حاملہ ہے، اور ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ کہ خدا نے تیرا دُکھ سُن لیا۔ وہ ایک وحشی (بدوی) آدمی ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف، اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہوگا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے حکومت کریگا" (پیدائش باب ۱۶)

خدا کے اس حکم کی تعمیل میں ہاجرہؑ گھر واپس آگئیں۔ ان کے ہاں بیٹا ہوا، جس کا نام حسب ہدایت الٰہی اسمٰعیلؑ رکھا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی عمر اسوقت ۸۶ برس تھی۔

اسماعیل عبرانی لفظ ہے، جو اصل میں "شماع ایل" ہے۔ اس کے معنے ہیں "خدا کا سُننا"۔ چونکہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا اور حضرت ہاجرہؑ کی فریاد سُنکر انہیں یہ بچّہ عطا فرمایا اس لئے اس کا نام شماعیل پڑا۔

Digitized by Khilafat Library

جب حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۹۹ برس کی ہوئی تو انہیں سارہ کے بطن سے بھی ایک فرزند کے تولّد کی بشارت ملی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس بشارت سے کوئی خوشی نہ ہوئی، چنانچہ اس کے جواب میں انہوں نے خدا سے یہ دُعا کی:۔

"اے کاش اسمٰعیل تیرے حضور زندہ رہے" (پیدائش ۱۸-۱۸)

خدا نے فرمایا:۔

"اسماعیل کے حق میں مَیں نے تیری سُنی۔ دیکھ مَیں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا، اور اس کو بہت بڑھاؤنگا؛ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے، اور مَیں اسے بڑی قوم بناؤنگا" (پیدائش ۱۸-۲۰)

آخر جب بشارت الٰہیہ کے مطابق سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے، تو سارہؑ نے اس ڈر سے کہ اسمٰعیلؑ اپنے باپ کی جائیداد کے وارث ہونے میں اسحٰقؑ کا شریک نہ ہو، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو

مجبور کیا کہ وہ اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کو علیحدہ کردیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس بات سے بہت رنج ہوا، مگر خدا نے فرمایا:۔

Digitized by Khilafat Library

"ابراہیم غم نہ کر، سارہ کی بات مان لے، تیری نسل اسحٰق سے کہی جائیگی، تیرے بیٹے خادمہ زادہ (اسمٰعیل) کو بھی مَیں ایک قوم بناؤنگا، کہ یہ بھی تیری ہی نسل ہے۔" (پیدائش ۲۱-۱۳)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس ارشاد الٰہی کی کس طرح تعمیل کی؟ اس کا ذکر اگلی آیتوں میں یوں آیا ہے:۔

"تب ابراہام نے صبح سویرے اُٹھکر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی، اور ہاجرہ کو اسکے کندھے پر دھر دی، اور اس لڑکے کو بھی اور اسے رخصت کیا۔ وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ اور جب مشک کا پانی چُک گیا، تب اس نے اس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور آپ اس کے سامنے ایک تیر کے برابر ہٹکر بیٹھ گئی۔ کیونکہ اس نے کہا کہ مَیں لڑکے کا مرنا اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں. اور الگ ہٹکر گریہ وزاری کرنے لگی۔ خدا نے بچّے کی آواز سُنی، اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکار کر کہا، ہاجرہ ڈر نہیں، خدا نے بچّہ کی آواز جہاں وہ پڑا ہے سُن لی۔ اُٹھ اور بچّے کو اُٹھا اور اپنے ہاتھ سے اسے سنبھال کہ مَیں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ خدا نے ہاجرہ کی آنکھ کھول دی۔ اسکو پانی کا ایک کنوّاں نظر آیا، وہ گئی، اور مشکیزہ کو پانی سے بھر لیا اور بچّہ کو پانی پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا، وہ بڑھا، اور بیابان میں رہا کیا، اور تیر انداز ہوگیا۔ وہ فاران کے بیابان میں رہا، اور اسکی ماں نے ملکِ مصر سے ایک عورت اس کے بیاہنے کو لی۔" (پیدائش ۲۱-۱۴ تا ۲۱)

اسلامی روایت اور توریت کے اس بیان میں ایک فرق بہت نمایاں ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلامی روایت میں واقعہ کی جو تفصیلات مذکور ہیں وہ عین طبعی اور فطری ہیں، مگر برعکس اسکے توریت کا بیان بالکل غیر طبعی اور غیر فطری ہے۔ اسلامی روایت کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کے ساتھ آئے تھے، مگر توریت کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ساتھ نہ آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ توریت کا یہ بیان کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ بھلا ایسا سنگدل کون ہوگا جو پہلے ایک بیٹے کے لئے خدا سے دُعائیں کرے۔ پھر جب وہ پیدا ہو تو خوشیاں منائے اسکی درازئ عمر کے لئے خدا سے التجائیں کرے، اور خدا اسے بابرکت کرنے کی بشارتیں دے، مگر پھر وہی باپ اسے ایک بے آب و گیاہ بیابان میں ہمیشہ کے لئے اکیلا روانہ کردے۔ اور پھر کبھی اس کے دِل میں اسے دیکھنے

اور اس سے ملاقات کرنے کی خواہش نہ پیدا ہو۔ Digitized by Khilafat Library

توریت میں اس ضمن میں اور بھی بعض ایسی باتیں بیان ہوئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حاملانِ توریت نے حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کی شان کو گھٹا کر پیش کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ مگر چونکہ ان پر بحث کرنا اسوقت ہمارے موضوع سے خارج ہے، اس لئے ہم ان سے قطع نظر کر کے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کو مکہ کی وادی میں چھوڑ جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں بھولے نہ تھے۔ بلکہ وہ شام سے ان کی خبر گیری کرنے کو آتے رہتے تھے۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ قریباً تیرہ برس کے ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ خواب بعض اوقات ظاہر پر محمول ہوتا ہے، مگر اکثر تعبیر طلب ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خواب کی حقیقت پر غور کرتے رہے، حتّٰی کہ دوبارہ پھر یہی خواب دیکھا۔ ابھی وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکے تھے، کہ تیسری مرتبہ پھر یہی خواب دیکھا[۱]۔ چونکہ اُس زمانہ میں کلدانیوں وغیرہ اقوام میں انسانی قربانی رائج تھی، اور ابھی تک ظاہری طور پر انسانی قربانی کی ممانعت کا حکم حضرت ابراہیمؑ پر نازل نہ ہُوا تھا، اس لئے آپؑ نے اس خواب کو ظاہر میں پورا کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب آپؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ بیشک خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں، مَیں انشاءاللہ اس کی راہ میں ہر تکلیف کو صبر سے برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی سعادت مندی پر سجدۂ شکر بجالائے، اور آپؑ نے اسمٰعیلؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے بیٹے! تو خدا کے حکم کی اطاعت کرنے میں میرا کیسا مددگار اور معاون ثابت ہُوا ہے۔ یہ کہکر حضرت ابراہیم علیہ السلام چُھری وغیرہ تیار کر کے اسمٰعیلؑ کو زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کو تھے، کہ فرشتہ نے آواز دی، کہ اے ابراہیمؑ! تُو نے اپنی طرف سے خواب کو پورا کر دیا۔ اب تُو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا، اور اس کی بجائے ایک مینڈھا لیکر ذبح کر، تا یہ ظاہر میں اس کی ایک علامت رہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مینڈھا ذبح کیا۔ مسلمانوں میں حج کے موقعہ پر قربانی کی رسم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی قربانی کی یادگار ہے، جس کی معنوی تفسیر یہ ہے کہ ایک مسلمان کو خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

قرآن مجید میں مذکورہ بالا قربانی کا ذکر سورہ صافات کی حسب ذیل آیات میں ہُوا ہے:۔

---

[۱] تفسیر کبیر جلد ۷ و روح المعانی جلد ۷

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ۚ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰإِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچا، تو ابراہیم نے کہا اے بیٹے! مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس تیری کیا رائے ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ہوا ہے اُسے بجا لائیے۔ اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائینگے۔ پھر جب ان دونو (باپ بیٹا) نے الٰہی ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، اور ابراہیم نے لڑکے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا، تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! تُو نے اپنا خواب پورا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک فرق کرنیوالا امتحان تھا۔ اور ہم نے اسمٰعیل کی قربانی کے بدلہ میں ایک بڑی قربانی قائم کی۔ اور ہم نے بعد میں آنیوالوں میں ابراہیم کا اچھا ذکر چھوڑا۔ ابراہیم پر سلامتی ہو۔ ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں ؂

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اس خواب کی حقیقی تعبیر کیا تھی؟ اس کا انکشاف بعد کے واقعات سے یہ ہُوا کہ ذبح سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو خدا کے راستہ میں وقف کرنا تھی، جو دنیاوی لحاظ سے گویا ذبح کرنا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو مکّہ میں آباد کرنے کی غرض یہ تھی کہ کعبۃ اللہ تعمیر ہو، اور اس کی خدمت اور قیام توحید کے لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی زندگی وقف ہو جائے ؂

Digitized by Khilafat Library

مظلوم فلسطین

{جناب مولنا محمد سلیم صاحب فاضل فلسطین میں قریباً دو سال تک تبلیغی فرائض سرانجام دینے کے بعد گذشتہ ماہ مراجعت فرما ہوئے ہیں، آپ کا یہ پُراز معلومات مضمون دلچسپی سے پڑھا جائیگا}

ازلیت اور ابدیت ایسی صفات ہیں، جو بجز اللہ تعالیٰ کے کسی چیز میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح صرف خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو فنا و زوال سے محفوظ، اور تغیرّ و تبدّل سے پاک ہے۔ اور اس کے سوا باقی ہر چیز ہر وقت محلِ فنا میں ہے، اور انقلابات زمانہ سے اثر پذیر ہونا اس کی فطرت میں داخل ہے۔

اس حقیقت واضحہ کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے لئے ضروری ہے کہ مختلف دَور طے کرے۔ کبھی آباد ہو تو کبھی برباد، کبھی زندہ ہو کبھی مردہ، ہمارا ایمان ہے کہ آبادیوں کا ویرانوں میں، اور ویرانوں کا آبادیوں میں تبدیل ہونا ممکن بلکہ ضروری امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی آباد ملک کی بربادی فی ذاتہ ایسی چیز نہیں ہے جس پر آنسو بہائے جائیں، اور نہ کسی برباد علاقہ کا سرسبز و شاداب و آباد ہو جانا ہماری توجہات کے لئے باعث کشش بن سکتا ہے۔ لیکن ایسے لوگ جو کسی آبادی کا باعث ہوں یقیناً ہمارے شکریہ اور تعریف کے مستحق ہیں۔ اور ایسے اشخاص جن کے ہاتھوں کوئی آبادی ویران بن رہی ہو، یقیناً قابل صد افسوس اور سزاوار صد نفرین ہیں۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس کے پیش نظر میں فلسطین کے حالات پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ اسوقت تمام مہذّب دُنیا کے لوگ اِن بلاد مقدسہ کی موجودہ تخریب سے متأثر ہو کر ان لوگوں کے خلاف جو موجودہ شورش و فساد کا اصل موجب اور بانی ہیں، پُرزور صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ اور دل سے اس بات کے خواہاں ہیں کہ فلسطین کی خونی داستان کا جسقدر جلد خاتمہ ہو جائے اتنا ہی ملک و ملّت اور انسانیت کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا۔

فلسطین کی موجودہ شورش پر بحث کرنے سے پیشتر اس کا محلِ وقوع و دیگر تمدّنی و ملکی حالات و خصوصیات کا ایجازاً بطور تمہید بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ایک تو قارئین کرام کے ذہن میں فلسطین کا ایک مختصر سا خاکہ آجائیگا، اور دوسرے وہ اہل فلسطین کی مظلومیت و مصیبت کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔

محلِ وقوع| فلسطین کے شمال میں شام کا علاقہ ہے، جو فرانس کے زیر نگیں ہے۔ شام ایک چھوٹا سا ملک ہے، اور مثل دیگر ممالک کے اپنی آزادی کیلئے کوشاں۔ تھوڑا عرصہ ہُوا ہے کہ وہاں خطرناک ہڑتال اور سٹرائک کا دَور دَورہ اور قتل و خونریزی کا بازار گرم تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ارباب حکومت نے اہل شام کو بہت حد تک حکومت خود اختیاری دیدی ہے۔ چنانچہ آج کل وہاں قومی وزارت قائم ہے، جو تمام امور سلطنت کا انصرام و انتظام کرتی ہے۔ اور فرانسیسی افسر اعلیٰ بطور نگران وہاں رہائش رکھتا ہے۔ اگرچہ یہ تغیّر نسبتاً خوش آیند تھا، لیکن ساتھ ہی ساتھ اسکندرونہ کا شاخسانہ کھڑا ہو گیا۔ شامیوں کا دعویٰ تھا کہ یہ علاقہ شام کا ایک حصّہ ہے، اس لئے شامی حکومت کے زیر نگین ہو گا۔ بالمقابل ترک اس بات کے دعویدار تھے، کہ یہاں آبادی کا اکثر و بیشتر حصّہ ترکوں پر مشتمل ہے، لہٰذا یہ علاقہ ٹرکی کا جزو لاینفک ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں وہاں شامیوں اور ترکوں میں پے درپے فسادات شروع ہو گئے جن میں شامیوں کو سخت مالی و جانی نقصانات برداشت کرنا پڑے۔ معاملہ جمعیت اقوام تک پُہنچا، جس نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ علاقہ ترکوں کے سپرد کر دیا جائے۔ البتہ یہ مہربانی فرمائی کہ ترکی فوجوں کے پہلو بہ پہلو فرانسیسی اور شامی فوجیں بھی وہاں رہ سکتی ہیں۔ باقی رہا شام کا دارالسلطنت دمشق، سو وہاں شامیوں میں خانہ جنگی کی لعنت موجود ہے، اس لئے ان کو فرصت ہی نہیں کہ فلسطین کے متعلق کوئی مؤثر قدم اُٹھا سکیں۔

ان مختصر حالات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ شامی باشندے اہل فلسطین کو کوئی قابل ذکر مدد نہیں دے سکتے، اور اہل فلسطین بھی اپنے ہمسایہ ملک کو معذور سمجھتے ہیں، اور اس سے کسی معقول مدد کی توقع نہیں رکھتے۔

Digitized by Khilafat Library

فلسطین کے جنوب میں مملکت مصر و مملکت حجاز ہیں۔ مملکت مصر حال ہی میں برطانوی استعمار سے آزاد ہوئی ہے، — کُلیۃً نہیں بلکہ ایک حد تک۔ چنانچہ اینگلو ایجپشن معاہدہ میں یہ دفعہ خاص طور پر قابل توجہ ہے، کہ حکومت مصر گو اپنے داخلی معاملات میں آزاد ہو گی، لیکن کسی خارجی حکومت یا اہل ملک کے ساتھ کوئی عہد و پیمان برطانیہ کی منظوری کے بغیر نہیں کر سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ فلسطین کے لئے مصر کچھ نہیں کر سکا، حتّٰی کہ دیگر ممالک کی طرح زبانی جمع خرچ سے بھی قاصر رہا ہے۔ البتہ اس کے وزیر خارجہ نے جمیعۃ اقوام کے اجلاس میں اعراب فلسطین کی تائید میں ایک شاندار لیکچر ضرور دیا ہے۔ مگر اس سے فلسطین کے مصیبت زدہ کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

ممالکت حجاز کی بے بضاعتی اتنی واضح ہے کہ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ نہ مالی مدد دیسکتی ہے نہ جانی، اور نہ اسلحہ کی صورت میں فلسطین کو کوئی فائدہ پہنچانے کے قابل ہے۔

مشرق میں شرق الاردن ہے۔ یہ علاقہ ہندوستانی ریاستوں کی طرح ایک ریاست ہے، جس کا حکمران امیر کہلاتا ہے۔ چونکہ انگریزوں کے ماتحت ہے، اس لئے فلسطین کے معاملات میں کوئی مفید کام نہیں کر سکتا۔

Digitized by Khilafat Library

مغرب میں بحر روم کا ٹھاٹھیں مارنے والا سمندر ہے۔

اس محل وقوع کے پیش نظر اہل فلسطین کسی خارجی مدد کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ دیگر اسلامی حکومتیں بھی اس قابل نہیں ہیں، کہ برطانیہ کا مقابلہ کر سکیں۔ ہاں ایران اور ٹرکی کی آواز مؤثر ہو سکتی ہے، مگر یہ دونوں حکومتیں خاموش ہیں۔

رقبہ | فلسطین کا علاقہ اپنے رقبہ کے لحاظ سے بہت ہی مختصر ہے۔ اس کا کُل رقبہ بشمولیت شرق الاردن نَو ہزار مربع میل ہے۔ جس کا اکثر حصہ پہاڑی ہے اور کچھ حصہ ریگستان۔ ساحل سمندر کا کچھ علاقہ زرخیز ہے۔ مگر اس کی مساحت بہت ہی قلیل ہے۔

آبادی | سنہ ۱۹۱۴ء کی مردم شماری سے ظاہر ہوتا ہے، کہ فلسطین کی کُل آبادی چھ لاکھ نواسی ہزار دو سو اکیاسی نفوس پر مشتمل تھی۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں یہ آبادی سات لاکھ ستاون ہزار ایک سو بیاسی تک جا پہنچتی ہے۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

مسلمان	۵۹۰۸۹۰	یہودی	۸۳۷۹۴
عیسائی	۷۳۰۲۴	دُرزی	۷۰۲۸
سامری	۱۶۳	بہائی۔ سکھ۔ ہندو اور دیگر اقوام	۲۶۵

جن قوموں کے اعداد و شمار اوپر دئے گئے ہیں، قارئین کرام کے نزدیک معروف اقوام ہیں۔ البتہ دُرزی قوم ایسی ہے جس کی تعریف کی ضرورت ہے۔ یہ مسلمانوں سے علیحدہ کئے ہوئے ایک گروہ کا نام ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام شریعت انسانی زندگی کا اصل مقصد نہیں ہیں۔ گو اصل مقصد کے حصول کا ذریعہ ضرور ہیں۔ ان احکام کی مثال اس کشتی کی سی ہے، جس پر صرف اس لئے سوار ہونا پڑتا ہے، کہ اس کے ذریعہ دریا عبور کیا جا سکے۔ اور جب وہ دوسرے کنارے پر

پُہنچ جائے، تب اس میں بیٹھے رہنا قرینِ دانش نہیں ہے۔ اسی طرح عبادات الٰہیہ کی اصل غرض وصال الٰہی کا حصول ہے، اور جب ایک شخص اس مقصد کو پالے تو پھر اسے نہ نماز پڑھنے کی ضرورت ہے، نہ روزہ رکھنے کی حاجت، وعلیٰ ہٰذا القیاس تمام عبادات سے کنارہ کشی عین عقلمندی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک مرشد تھے، جنہوں نے ہمیں یقین دلایا ہے، کہ ہمیں وصال الٰہی حاصل ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں کسی شریعت وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض یہ لوگ "خوئے بدرا بہانہ ہا بسیار" کے پورے پورے مصداق ہیں۔

۱۹۲۶ء کی رپورٹ مردم شماری کی رو سے فلسطین کی کل آبادی ۸۵۲۲۶۸ نفوس پر مشتمل تھی۔

۱۹۳۶ء کی رپورٹ مردم شماری سے ظاہر ہے کہ کُل آبادی ۱۳۳۶۰۰۰ افراد تک پُہنچ چکی ہے۔

اس تعداد میں ۹۴۰۰۰۰ مسلمان ہیں، اور ۳۷۰۰۰۰ یہودی۔

تعلیمی حالت تعلیمی لحاظ سے فلسطین کو جو حیثیت حاصل ہے، اس کا پتہ ذیل کے اعداد و شمار سے لگ سکتا ہے۔ گو یہ حالت آج سے کچھ سال پہلے کی ہے، لیکن ایک ملک کی علمی ترقی کا اندازہ کرنیکے لئے کافی ہے۔

فلسطین کے سرکاری و غیر سرکاری مدارس کی کُل تعداد آٹھ سو پینتیس ہے۔ جنمیں ۶۷۰۰۰ طلباء و طالبات تعلیم پاتے ہیں۔ لڑکوں کی تعداد ۴۲۵۰۰ ہے اور لڑکیوں کی ۲۴۵۰۰۔

Digitized by Khilafat Library

دیگر تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

قسم مدارس	تعداد مدارس	تعداد طلباء	تعداد طالبات
سرکاری مدارس	۳۱۵	۱۶۵۰۰	۳۵۰۰
مُسلم مدارس	۵۳	۳۶۵۰	۸۵۰
عیسائی مدارس	۱۹۲	۸۵۰۰	۷۵۰۰
یہودی مدارس	۲۷۵	۱۳۸۵۰	۱۲۶۵۰

پیداوار جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے فلسطین میں قابل زراعت زمینوں کی مساحت بہت ہی تھوڑی ہے۔ اس لئے اہل فلسطین میدانی علاقوں کے علاوہ بعض پہاڑی علاقوں میں پھلدار درختوں کی کاشت کر لیتے ہیں۔ اور در اصل وہاں کی بڑی پیداوار پھل ہی ہے۔ غلّہ بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ گیہوں، مسور، تل، چری، باجرا۔ مکئی وغیرہ۔ غلّوں کے علاوہ سبزیوں کی اچھی پیداوار ہے۔ پھلوں میں انگور، برتقال۔ انجیر بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ زیتون۔ خرنوب۔ امرود اور بادام کی کاشت بھی ہوتی ہے۔

فلسطین کی اہمیت مذہبی نقطۂ نگاہ سے فلسطین کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ کے بہت سے انبیاء علیہم السّلام اس ملک میں پیدا ہوئے، پروان چڑھے، اور مظفر و منصور ہوئے۔ ان کے ذریعہ یہ ملک بارہا خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشانات کا مورد بنا۔ اور آج اس ملک کے ایک شہر خلیل ہی میں صدہا انبیاء علیہم السّلام کی آخری آرامگاہیں موجود ہیں۔ غرض دنیا کی تین بڑی قومیں یعنی مُسلم، عیسائی اور یہود اس ملک کو حد درجہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ ایک لحظہ کے لئے بھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ اس ملک میں قائم و برقرار عظیم الشان یادگاروں کے احترام و تقدّس میں ذرہ بھر فرق آئے۔
جن عظیم الشان مذہبی یادگاروں کے متعلق اوپر اشارہ کیا گیا ہے ان میں مسجد اقصیٰ جو فلسطین کے دار السلطنت بیت المقدّس کے قلب میں واقع ہے، خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ مسجد حضرت سلیمان علیہ السّلام کی بنا کردہ ہے۔ اور اس میں متعدد انبیاء علیہم السّلام کے الگ الگ محراب اب تک محفوظ ہیں، جن میں داخل ہوتے ہی ان برگزیدگانِ خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

یہاں ایک بہت بڑی دیوار بھی ہے جسے مَبکیٰ الیہود یا دیوار گریہ کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر بالعموم روزانہ، مگر ہفتہ کے روز خاص طور پر تمام یہودی، بچّے، بوڑھے، مرد و زن، خورد و کلاں جمع ہوتے اور گریہ و زاری کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایلیاء نبی رتھ سمیت بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا۔ اور ملاکی نبی کی کتاب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں وعدہ دیا گیا ہے کہ ہولناک دن کے آنے سے پیشتر خدا اُسے پھر دنیا میں بھیجیگا۔ چنانچہ یہ آج تک آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں، اور ہر آن نزول ایلیاء کے منتظر ہیں۔ اِسی بیقراری میں ہفتہ کے روز اس دیوار کے پاس جمع ہو کر آہ و فغاں کرتے، اور خدا تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد دلاتے، اور اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں، کہ ایلیاء کو دوبارہ ان کے پاس بھیجا جائے، تا اِن کے سروں سے نکبت و ادبار کی لعنت دُور ہو، اور وہ امن و چین کا سانس لے سکیں۔

مَیں نے ان لوگوں سے بارہا ملاقات کی، اور انہیں سمجھایا کہ ایلیاہ کی دوبارہ آمد سے مراد کسی ایسے وجود کی آمد تھی جو اس کے رنگ میں رنگین ہو، چنانچہ ایلیاہ کے بعد یوحنا آئے جنہیں اس زمانہ کے بد قماش لوگوں نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد مسیح علیہ السّلام آئے اور پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور پُر نور ہُوا۔ مگر تم ایلیاء کی موہوم انتظار میں ان تینوں نبیوں پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ اور آج اس طرح گرفتار بلا ہو کہ گویا جیتے جی جہنّم میں داخل ہو۔ لیکن میری باتوں کا اس سنگدل قوم پر کچھ اثر نہ ہُوا۔

مجھے رہ رہ کر خیال آتا کہ واقعات کے اعتبار سے یہودی بہت معذور ہیں، بہ نسبت مسلمانوں کے، جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں، اور کسی نامعلوم زمانہ میں دمشق کے منارۂ بیضا پر نازل ہونگے۔ حالانکہ مسیح ناصری علیہ السّلام کی ایسی زندگی ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور نہ اس رنگ میں ان کے نزول کا وعدہ ہے جس رنگ میں آجکل کے مسلمان خیال کرتے ہیں۔ اندریں حالات کچھ عجیب نہیں کہ تھوڑے عرصہ کے بعد مسیح ناصری علیہ السّلام کے منتظر مسلمان دمشق کے منارۂ بیضاء سے سر پھوڑا کریں، اور آہ و زاری کے ساتھ خدا سے مطالبہ کریں کہ وہ ان کے موہوم مسیح کو نازل فرما کر ان کی ناکام امیدیں پوری کرے۔

مسجد اقصیٰ کے پہلو میں مسجد عمر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یاد دلاتی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ مسجد خستہ ہو رہی ہے، اور کسی کو اس کی مرمّت کا خیال نہیں ہے۔

اسی شہر میں "کنیستہ القیامۃ" بھی ہے۔ جس میں وہ تمام مقامات محفوظ ہیں، جہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کو قید رکھا گیا، اور صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور جب آپ پر غشی طاری ہوگئی تو آپ کو ایک فراخ قبر میں رکھا گیا۔

Digitized by Khilafat Library

بیت المقدس سے تھوڑی دور ایک چھوٹا سا شہر بیت لحم نام ہے۔ یہ مقام حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کی جائے پیدائش ہے۔ جس جگہ آپ پیدا ہوئے وہاں ایک گرجا بنا ہوا ہے۔ جس میں آپ ؑ کی جائے پیدائش آپ کے پنگھوڑے کی جگہ اور وہ سوراخ محفوظ ہیں جن میں سے آپ ؑ کی والدہ آپ ؑ کو لیکر ہیرودیس کے مظالم سے بچنے کے لئے خفیہ طور پر مصر کی جانب روانہ ہوئی تھیں۔

خلیل کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ وہاں بہت سے انبیاء علیہم السّلام کی قبریں موجود ہیں۔ ناصرہ بستی بھی قابل دید ہے جس کی نسبت سے مسیح علیہ السّلام مسیح ناصری کہلائے۔ بیت المقدس سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ایک قبر ہے، جو قبر موسیٰ علیہ السّلام کے نام سے مشہور ہے۔

موجودہ شورش کے اسباب جنگ عظیم کے خاتمہ پر جب امن و امان بحال ہوا۔ اور خونریز لڑائی کے مارے ہوئے خورد و کلاں کو ستانے کا موقعہ ملا۔ تو حکومت فلسطین نے مختلف دیار و امصار میں بسنے والے یہودیوں کو کھینچ کھینچ کر فلسطین میں لا بسانا شروع کیا۔ اہل وطن نے ہرچند توجہ دلائی، اور ہر ممکن طریق سے قانونی طور پر حکومت سے گذارشات کیں۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔ بلکہ ان کی ہر آئینی چارہ جوئی کو پائے حقارت سے

ٹھکرا دیا گیا۔ اور جس طرح بن پڑا۔۔ کبھی سختی سے اور کبھی نرمی سے اعراب فلسطین کی آواز دبا دی جاتی رہی، اور ان کے تمام جائز و حق بجانب مطالبات کو یا درہوا ثابت کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔

چونکہ فلسطین کا علاقہ بہت ہی مختصر ہے۔ اس لئے یہود کی درآمد کے سیلاب عظیم کے باعث جلد ہی "جائے تنگ است و مردماں بسیار" کا مصداق بن گیا۔ اور اہل ملک کیلئے بسراوقات ناممکن ہو گئی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اعراب فلسطین نے بار بار ارکان حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہود کی درآمد کا خاتمہ کر دیا جائے، مگر کسی نے کان نہ دھرا۔ بلکہ گورنمنٹ اور یہود ہر دو کی طرف سے لارڈ بالفور کا مشہور و معروف اعلان پیش کر کے صاف کہدیا گیا، کہ تمام دنیا کے یہود کو فلسطین میں لا بسانا ازبس ضروری ہے کیونکہ ملک معظم کی حکومت نے اس قوم سے یہ وعدہ کر رکھا ہے، کہ اسے بطور قومی گھر فلسطین میں آباد کر دیا جائیگا۔

بالفور کے اعلان کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ ملک معظم کی خواہش ہے کہ فلسطین کو یہود کا قومی گھر بنا دیا جائے۔ مگر اس مقصد کے حصول کی خاطر کوئی ایسا قدم اٹھایا جائیگا جس کے نتیجہ میں اس ملک کے اصل باشندوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق خطرہ میں پڑ جائیں۔

یہ اعلان، "اعلان لارڈ بالفور"، کے نام سے مشہور ہے، اور لارڈ بالفور بوقت اعلان حکومت برطانیہ کے سکرٹری امور خارجہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جب یہ اعلان بار بار اعراب فلسطین کے سامنے پیش کر کے یہ معذرت کی گئی، کہ ہم اپنے وعدہ کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے، تو انہوں نے جواباً یہ اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ نے شریف مکہ کے ساتھ بھی ایک وعدہ کیا تھا جس کا مفاد یہ ہے کہ جنگ عظیم کے اختتام پر فلسطین عربوں کے حوالے کر دیا جائیگا۔ اور شریف مکہ حجاز و فلسطین کے مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لئے جائیں گے۔ اس لئے حکومت برطانیہ کا فرض ہے کہ اپنے وعدہ کا ایفاء کرے، اور اب فلسطین کو اس کے اصل باشندوں کے سپرد کر کے اپنی امانت و دیانت کا ثبوت دے۔

عربوں کے مطالبات مختصر یہ کہ عربوں نے ملک کی دگرگوں حالت کے پیش نظر مندرجۂ ذیل مطالبات حکومت کے سامنے رکھے۔

Digitized by Khilafat Library

اوّل۔ یہود کی فلسطین میں درآمد فوراً بند کر دی جائے۔

دوم۔ اراضیات کے متعلق یہ قانون بنا دیا جائے، کہ کوئی یہودی کسی فلسطینی سے زمین نہ خرید سکے۔

سوم۔ حکومت برطانیہ ہماری بادشاہ نہیں، البتہ سرپرست ضرور ہے۔ اور اب چونکہ ہم خود اپنا ملک

سمبھالنے کے لائق ہو گئے ہیں، اس لئے ہمیں کسی کی سرپرستی کی ضرورت نہیں ہے۔ پس اہل برطانیہ کو چاہیئے کہ ہمارا ملک خالی کردیں۔

ان مطالبات کے بارہ میں جو سوال و جواب ہوئے وہ غیر معمولی طور پر دلچسپ ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر مناسب ہو گا۔

حکومت فلسطین:۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے، جس کا اپنا گھر نہ ہو۔ صرف یہود ہی ایسے بدقسمت ہیں کہ صدیوں سے بے گھر و بے در مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اس لئے ہر صاحب حیثیت اور ذی استطاعت حکومت کا فرض ہے، کہ ان کے لئے جائے رہائش کا انتظام کرے۔ چونکہ ہمیں خدا تعالیٰ نے یہ مقدرت دی ہے کہ ضرورتمندوں کی حاجت روائی کریں، اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ ان خانماں برباد لوگوں کو قومی گھر بنا دیں۔

Digitized by Khilafat Library

اعراب فلسطین:۔ اگر یہ سچ ہے کہ اہل برطانیہ بہت رقیق القلب اور بنی نوع کے ہمدرد واقع ہوئے ہیں، تو انہیں چاہیئے کہ اپنے ملک برطانیہ کا کچھ حصہ یہود کی نذر کردیں۔ ورنہ "حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ"، کوئی قابل فخر کارنامہ نہیں ہے۔ فلسطین کا علاقہ اُجڑا دیار نہیں ہے، کہ بعض خانماں بربادوں کو اس کا قبضہ دلا دیا جائے۔ بلکہ اہل ملک کی بلا شرکت غیر ملکیت ہے۔ صاحب مکان کو بلا وجہ مکان سے بے دخل کرکے کسی غیر کو اس میں آباد کرنا یقیناً عدل و انصاف کا خون ہے۔ (عربوں کا یہ جواب بلاشبہ ترکی بہ ترکی ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ وہ یہ جواب دینے میں حق بجانب ہیں) انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ اگر آپ اپنے منظور نظر یہود کو برطانیہ میں پناہ نہیں دے سکتے، تو افریقہ میں کسی ایسے علاقہ میں آباد کرسکتے ہیں، جس پر کسی کا قبضہ و تصرف نہ ہو۔ فلسطین کے اصل باشندوں کے علی الرغم یہود کو اس ملک میں آباد کرنا سراسر جبر و استبداد ہے۔

حکومت فلسطین:۔ یہود کا اصل ملک فلسطین ہے، جو ظلماً ان سے چھین لیا گیا ہے، اور انہیں ملک بدر کرکے سخت تکلیف دی گئی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کا چھنا ہوا ملک انہیں واپس دلائیں۔

اعراب فلسطین:۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل برطانیہ غیر معمولی طور پر ظالموں کے دشمن واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ انہیں اصل ظالموں کا پتہ دیدیں جنہوں نے ازرہ ظلم و ستم یہود کو بیک بینی و دو گوش فلسطین سے نکال باہر کیا۔

سو واضح رہے کہ یہود کو ملک بدر کرنے والے موجودہ اعراب فلسطین نہیں ہیں، بلکہ روما کے عیسائی ہیں۔ اس لئے اگر انگریز چاہتے ہیں کہ ظالم کو سزا دیں، تو ان کا فرض ہے کہ موسولینی کو دعوتِ جنگ دیں۔ تا انہیں قدر عافیت معلوم ہو۔ ورنہ اعراب فلسطین جو بالکل نہتے ہیں ان سے مبارزت طلبی تو ایسی چیز نہیں ہے جو حکومت برطانیہ کیلئے باعثِ فخر ہوسکے۔

اہل روما کے یہاں آباد ہوجانے کے بعد مسلمان فلسطین پر حملہ آور ہوئے، اور انہیں فتح کرکے یہاں رہنے لگے۔ اور اپنی حکمرانی کے زمانہ میں اپنی تمام رعایا کے لئے ہمدرد و مہربان ثابت ہوئے۔ مگر عیسائی حملہ سے بچے ہوئے یہود خود بخود اغراض تجارت کے ماتحت فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ پس آج کسی یہودی کا یہ حق نہیں ہے کہ فلسطین کے بسنے والوں کو یہ کہکر ملک بدر ہونے پر مجبور کرے کہ یہ ملک یہود سے غصب کردہ ہے۔

یہ جواب اتنا مدلل اور واضح تھا کہ حکومت فلسطین اس کے ردّ میں کچھ نہ کہہ سکی۔ ہاں کہا تو یہ کہ:۔

حکومت فلسطین:۔ ہم یہود سے وعدہ کرچکے ہیں کہ انہیں قومی گھر بنا کر دیں گے، اس لئے ہم مجبور ہیں۔ ایفاء عہد بہت ضروری ہے۔

اعراب فلسطین:۔ آپ کو یہ تو یاد ہے کہ آپ نے یہود سے کوئی وعدہ کیا تھا۔ لیکن ذرا دماغ پر زور دیں تو آپ کو معلوم ہوجائے کہ شریف مکّہ کی وساطت سے آپ نے عربوں سے بھی یہ عہد کر رکھا ہے، کہ جنگ عظیم کے بعد فلسطین عربوں کے اختیار میں دیدیا جائیگا۔

حکومت فلسطین:۔ ہم نے بہت سوچا مگر یاد نہیں آیا۔ آپ اصل وعدہ پیش کریں۔ اتنا بڑا وعدہ ضرور تحریری ہوگا۔ لہذا اصل تحریر پیش کریں جس میں ہم نے یہ تسلیم کیا ہو کہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر فلسطین عربوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اس مطالبہ کا کوئی جواب اہل فلسطین نہیں دے سکے۔ اور جہاں تک ہماری تحقیقات ہے، ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ اصل معاہدہ چُرایا جاچکا ہے۔ اور صرف اس سرقہ پر ہی اکتفاء نہیں کی گئی، بلکہ ایسا رویہ اختیار کیا گیا جس سے تمام عربوں میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک اُٹھے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اختتام جنگ پر شریف مکّہ نے اپنے بڑے بیٹے امیر فیصل کو بایں غرض انگلینڈ بھیجا کہ وہاں کے ارباب بست وکشاد سے گفتگو کریں، اور انہیں اس بات پر آمادہ کریں، کہ بروئے معاہدہ

اب فلسطین عربوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ چنانچہ موصوف لنڈن پہنچے۔ مگر جب آپ نے اس معاہدہ کا ذکر کیا تو ہرکہ ومہ نے کانوں پر ہاتھ دھر کر اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اور فرمایا کہ ہمیں تو کسی ایسے معاہدہ کا علم نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس اس قسم کی کوئی دستاویز ہو تو ہمیں دکھائی جائے۔ اور ہم آپکو یقین دلاتے ہیں، کہ ہمارا وعدہ کبھی تشنۂ ایفاء نہ رہیگا۔ امیر فیصل ان لوگوں کی اسقدر ’’اخلاقی جرأت‘‘ سے بہت متأثر ہوئے۔ آپ نے فوراً اپنے والد محترم شریف مکہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ وہ دستاویز جس کے روسے فلسطین عربوں کو دیا جانا چاہیئے جلد لنڈن بھیج دی جائے۔ لیکن جب شریف مکہ باوجود تلاش بسیار اُسے نہ پاسکے، تو آپ نے جواب دیا کہ دستاویز موجود ہے اور انگریزوں کو اچھی طرح معلوم ہے، لہٰذا آپ فیصلہ کرالیں، اصل کاغذات منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بات دراصل یہ تھی کہ شریف مکہ اس خوف سے کہ مبادا راز افشاء ہو جائے، اور انگریزوں کے کان تک یہ خبر پہنچ جائے اور پھر وہ معاہدہ کی تنفیذ سے انکار کر دیں، اپنے بیٹے کو یہ تار نہیں دے سکتے تھے کہ معاہدہ کی اصل دستاویز چُرائی جاچکی ہے۔ شریف مکہ کا جواب ایسا نہ تھا جس سے لنڈن کے بسنے والے پورا پورا فائدہ نہ اُٹھاتے۔ انہوں نے امیر فیصل کو اکسا دیا کہ آپکے ابّا جان کو آپ پر اعتماد نہیں ہے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر اصل کاغذات آپ کے ہاتھ میں آگئے۔ تو شاید آپ بد دیانتی یا خیانت سے کام لیں۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ واپس چلے جائیں، اور کسی ایسے آدمی کو بھیجیں جس پر شریف مکہ کو اعتماد ہو۔ چنانچہ امیر فیصل واپس چلے آئے۔ اور اگر باپ بیٹے میں سمجھوتا نہ ہو جاتا، اور دونو فوری طور پر اصل حقیقت تک نہ پہنچ جاتے تو بہت ممکن تھا کہ سارا ملک خانہ جنگی کا شکار ہو جاتا۔

اعراب فلسطین:۔ ہم اصل معاہدہ تو پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ہمارے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

حکومت فلسطین:۔ ہرگز نہیں۔ ہم نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا۔

اعراب فلسطین:۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے، کہ ہمارے مابین کوئی ایسا وعدہ نہ تھا، تو بھی اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہم نے ترکوں کے خلاف انگریزوں کی مدد بغیر کسی وعدہ کے نہیں کی۔ ہمیں انگریزوں کے ساتھ کوئی تعلق محبت و مودت نہ تھا جو ہمیں مجبور کرتا کہ بلاوجہ انکی مدد کریں۔

حکومت فلسطین :- آپ لوگوں نے یقیناً بیوقوفی کی، کہ بغیر کسی وعدہ کے ہمارے ساتھ ہو کر ترکوں کے خلاف لڑے۔

اعراب فلسطین :- اب تو آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اصل معاہدہ موجود نہیں ہے۔ لیکن کیا دیانتداری کا یہ تقاضا نہ تھا کہ جنگ شروع ہوتے ہی ہم پر واضح کر دیا جاتا کہ تمہیں ملے ملائیگا کچھ نہیں، ہمارا ساتھ دینا چاہتے ہو تو دو، ورنہ ہم سے کوئی امید نہ رکھنا۔ نیز فلسطین کی حالت پر قابو پالینے کے بعد لارڈ بالفور کا اعلان دیانتداری کے سراسر خلاف ہے۔ ایمانداری کا تقاضا یہ تھا، کہ عین دوران جنگ میں وہ اعلان کیا جاتا۔ پھر ہماری مرضی ہوتی تو ہم آپ کا ساتھ دیتے، اور چاہتے تو ترکوں کے ساتھ شامل رہتے۔ ورنہ الگ کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے۔ مگر مطلب نکل جانے کے بعد آپکا اعلان جس میں یہود کو فلسطین دینے کا آپنے وعدہ فرمایا، یقیناً دیانت و امانت کا خون ہے۔

حکومت فلسطین :- ....

اعراب فلسطین :- اگر آپ پر کوئی بات بھی اثر نہیں کر سکتی۔ اور آپ نے تہیہ کر لیا ہے کہ ضرور یہود نوازی کا ثبوت دینا ہے۔ تو کم از کم اسی معاہدہ کی عبارت کا خیال رکھا جائے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ فلسطین کو یہود کا قومی گھر بناتے ہوئے کوئی ایسا قدم نہ اُٹھایا جائے گا، جس کے نتیجہ میں اہل فلسطین کے سیاسی اور مذہبی حقوق خطرہ میں پڑ جائیں۔

موجودہ صورت حالات سے تو ظاہر ہوتا ہے، کہ ہمارے سیاسی اور مذہبی ہر قسم کے حقوق سخت خطرہ میں ہیں۔ اور وہ دن دُور نہیں ہے جبکہ ہمارے لئے اس ملک میں زندہ رہنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ سکے۔

Digitized by Khilafat Library

حکومت فلسطین، عربوں کی اس مبنی بر انصاف گذارش کے جواب میں بالکل خاموش رہی۔ اور یہود کی ہجرت کا سلسلہ بدستور جاری رہنے دیا گیا۔ غرض عربوں کے پہلے مطالبہ کا یہ حشر ہُوا۔

دوسرا مطالبہ جو قانون اراضیات کے متعلق تھا، اس کا یہ جواب دیا گیا کہ یہود، عربوں کو مجبور تو نہیں کرتے کہ وہ ضرور اپنی زمینیں بیچیں۔ اس لئے عربوں کو چاہیئے کہ یہود کے ہاتھ اپنی اراضیات نہ فروخت کریں۔

عربوں نے اس کا نہایت ہی معقول جواب دیا۔ اور کہا۔ کہ آپ ہی کی حکومت نے پنجاب میں یہ

قانون بنا رکھا ہے کہ ساہوکار غریب زمینداروں کی اراضیات نہیں خرید سکتے۔ حالانکہ وہاں بھی ساہوکار ان زمینداروں کو مجبور نہیں کرتے تھے کہ وہ مزدوران کے پاس اپنی زمینیں فروخت کریں۔ علاوہ بریں ہم پر لگان اور مختلف ٹیکسوں کا بوجھ اسقدر ہے کہ ہمیں زمینیں فروخت کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پس ہمارا یہ جائز مطالبہ ہے کہ ایسا قانون انتقال اراضی بنا دیا جائے جس کی رُو سے یہودیوں کے لئے غریب عربوں کی اراضیات خریدنا ممنوع قرار پا جائے۔ مگر حکومت فلسطین نے اس مطالبہ کو بھی نامنظور کر دیا۔

تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ اب انتداب کو ختم کر کے فلسطین اہل فلسطین کے سپرد کر دیا جائے۔ اور انگریز یہاں سے تشریف لے جائیں۔

Digitized by Khilafat Library

مگر حکومت فلسطین نے اسے ہنس کر ٹال دیا۔ اور فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ ابھی تم نہیں جانتے کہ حکومت کیا ہوتی ہے، اس لئے جب تک ہم تمہیں اچھی طرح نہ سکھا لیں کہ حکومت کی ذمہ واریاں کس طرح نبھائی جاتی ہیں، ہم تمہیں چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں۔

الغرض عربوں کی ہر آئینی کارروائی ناکام رہی، اور ان کی ہر آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ آخر در تنگ آمد بجنگ آمد، کے حکیمانہ اور سچے مقولہ کے مطابق اواخر فروری ۱۹۳۶ء یا اوائل مارچ ۱۹۳۶ء میں عام ہڑتال کر دی گئی، جو اتنی کامیاب تھی کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ تقریباً چھ ماہ تک فلسطین بھر میں تمام کاروبار یکسر بند رہا۔ اسی دوران میں عربوں نے خطرناک تخریبی کارروائیاں شروع کر دیں۔ اور تمام ملک میں اسقدر بےچینی اور اضطراب پیدا ہوا کہ ہر فرد بشر یہ سمجھنے لگا کہ وہ چند دن کا مہمان ہے۔ ریل گاڑیاں اُلٹ دی گئیں، یہود کی نوآبادیات پر حملہ آور ہو کر انہیں لُوٹ لیا گیا، لاریاں اور موٹریں اُلٹ دی گئیں۔ بے شمار قیمتی پھلدار درخت جڑ سے کاٹ ڈالے گئے، گشت کرنے والی پولیس اور فوجوں پر فائر کئے گئے، تھانے، ڈاک خانے، ریلوے سٹیشن اور چُنگی گھر لُوٹ لئے گئے، کھلیان جلا دیئے گئے، بڑے بڑے انگریز افسروں پر پے در پے حملے کئے گئے جن میں سے بعض جاں بحق تسلیم ہوئے۔ ٹیلیگراف کے تار کاٹ ڈالے گئے، عراق سے آنیوالے پٹرول کے نل توڑ کر آگ لگا دی گئی۔ غرض چھ ماہ تک وہ طوفان بے تمیزی برپا رہا کہ الامان والحفیظ۔

اس صورت حالات پر قابو پانے کے لئے حکومت فلسطین سخت گیری پر اُتر آئی، اور جبراً عربوں سے دکانیں کھلوائی گئیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ اور بھی بگڑ گئے۔ چنانچہ اپنی دکانوں کا سارا مال و اسباب

گھروں میں منتقل کر کے خالی دکانیں کھول کر بیٹھ رہے۔ اور اس طرح ارباب حکومت کو ایسا پریشان کیا کہ وہ اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔

آخر جب حکومت کی سخت گیری ناکام رہی، اور اس کی تمام تعزیری کارروائیاں بیکار محض ثابت ہوئیں، تو ہوائی جہازوں کے ذریعہ شہروں، قصبوں اور دیہات میں اس مفہوم کے اشتہارات تقسیم کئے گئے، کہ اگر ملک میں امن و امان بحال ہو جائے تو انگلینڈ سے شاہی کمیشن برائے تحقیقات وارد فلسطین ہوگا۔ جو نہایت ہمدردی کے ساتھ عربوں کی شکایات اور ان کے مطالبات پر غور و خوض کرے گا۔

حکومت فلسطین کی یہ آواز اعراب فلسطین کے نزدیک بالکل بے معنی تھی۔ لہٰذا ان کی سرگرمیوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ آخر سلاطین عرب کی کوششوں سے ہڑتال بند ہوئی اور تخریبی کارروائیوں کا خاتمہ ہُوا۔

Digitized by Khilafat Library

کمیشن آیا۔ بیانات قلمبند کئے اور واپس ہو گیا۔ کئی ماہ کی انتظار کے بعد اس نے جو رپورٹ کی اس سے تمام عربوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ فلسطین کے حصّے بخرے کر دئے گئے۔ اور اسے تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

اوّل۔ ساحل سمندر کا زرخیز علاقہ یہود کو دیا گیا۔

دوم۔ تمام پہاڑی علاقہ اور غزہ کا صحرا عربوں کو عنایت ہُوا۔

سوم۔ بیت المقدّس، بیت لحم، یافا اور حیفا حکومت فلسطین کے حصّہ میں آیا۔ نیز بیت المقدس سے یافا تک اور بیت المقدس سے حیفا تک کا سارا علاقہ اور اس سے ملحقہ اراضیات پر بھی انگریزی عملداری کو تسلیم کیا گیا۔

چونکہ یہ تقسیم سراسر غیر منصفانہ تھی، اس لئے عرب مارے غم کے دیوانے ہو گئے۔ اور انہوں نے عہد کر لیا کہ اسے جاری نہ ہونے دینگے۔ اور چونکہ خود انگریزوں کے نزدیک بھی اس کی غیر معقولیت واضح تھی، اس لئے حکومت فلسطین کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ اس تقسیم کی تنفیذ دس سال کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

قارئین کرام پڑھ چکے ہیں کہ عربوں کو جو حصّہ دیا گیا وہ پتھریلی چٹانوں اور صحرا پر مشتمل ہے،

اس لئے کمیشن نے یہ بھی سفارش کی کہ یہودی جمہوریت ہر سال ایک مقررہ رقم عربوں کو دیا کریگی۔ نیز موجودہ حکومت فلسطین سے سفارش کی کہ ایک رقم یکمشت عربوں کو دی جائے۔

اس رپورٹ کی اشاعت سے عرب بہت ہی بددل ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ برطانوی استعمار پرست ان سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔ اس لئے از سرِ نو مرنے مارنے پر اُتر آئے۔ حالات آہستہ آہستہ بدلنا شروع ہوئے، حتّٰی کہ ایک منچلے عرب نے نامرہ انگریز ڈسٹرکٹ کمشنر کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اِدھر یہ حادثہ ہُوا، اُدھر حکومت نے ملک بھر میں مارشل لاء نافذ کر دیا، اور اعلان کر دیا کہ جس عرب سے پستول برآمد ہوگا وہ تختۂ دار کا مستحق ہوگا۔ اگر بندوق برآمد ہوئی تو سات سال قید بامشقت کی سزا پائیگا۔ اور اس کے لئے ایک فوجی عدالت قائم کر دی جس کے فیصلہ کی کوئی اپیل نہیں۔

باوجود اس قدر سخت پالیسی کے اعراب فلسطین اپنے ارادوں پر قائم رہے، اور ایک رات غابہ بالفور کے پچاس ہزار درخت بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکے۔ ہر درخت کی اوسط قیمت تین روپیہ بتائی جاتی ہے۔ گویا ایک رات میں حکومت فلسطین کو ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

اسی طرح لِدّ کا مقامِ پرواز جو مشرق ادنیٰ میں بیحد خوبصورت اور بہترین ہوائی مرکز تھا، اور جسے تھوڑا عرصہ ہُوا حکومت نے ہزارہا پونڈ کے خرچ سے قائم کیا تھا، جلا کر بے نام و نشان کر دیا گیا۔ اس کے جواب میں حکومت نے یہ رویہ اختیار کیا، کہ جہاں کوئی ایسا نقصان دیکھا اس کے قرب و جوار میں تمام قصبات و دیہات پر تاوان ڈال دیا، اور پھر اسے وصول کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا حتّٰی کہ ہندوستانی مہاجنوں اور ساہوکاروں کی طرح عورتوں اور بچّوں کے کانوں سے بالیاں تک اُتارنے سے دریغ نہ کیا۔ صرف شبہ کی بناء پر دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع کر دیں۔ اور جس مکان کے متعلق شک ہُوا کہ اس کے اندر ناجائز اسلحہ پوشیدہ ہیں اسے ڈائنامیٹ کے ذریعہ اُڑا دیا گیا۔ اور اس طرح ایک آن کی آن میں کئی آباد خاندان بے خانماں برباد کر دئے گئے۔ حکومت کے مظالم کا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

Digitized by Khilafat Library

فلسطین کا مستقبل ہمارا خیال ہے کہ اگر عالمگیر جنگ چھڑ گئی تو پھر انگریزوں کا فلسطین میں رہنا قطعی ناممکن ہو جائیگا انکو ضرور وہاں سے نکلنا پڑیگا۔ ازاں بعد اعراب فلسطین غالباً ایک مذبح کھولینگے، جسمیں تمام یہودیوں کو چن چن کر ذبح کیا جائیگا۔ لیکن اگر کوئی عالمگیر جنگ وقوع پذیر نہ ہوئی تو اعراب فلسطین کی تباہی یقینی ہے۔

دُنیا کا سردار

Digitized by Khilafat Library

کچھ عرصہ ہُوا ہے، مَیں نے اپنے سلسلہ کے ایک اخبار میں ایک فاضل دوست کا مضمون پڑھا، جس میں، فاضل مضمون نگار نے بہت سی پیشگوئیاں بائیبل سے اور اناجیل مروّجہ سے پیش کی تھیں، جو آنحضرت صلعم کی بعثت و صداقت رسالت پر مُہر ثبوت لگاتی ہیں۔ ان میں سے بہت سی ایسی پیشگوئیاں ہیں، جو بدیہی طور پر ثابت ہیں، اور غالباً جن کا جواب آجتک عیسائی یا یہودی دُنیا سے نہیں ہوسکا۔ اور اگر کسی نے جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے، تو وہ چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ تاہم اس تمام مضمون میں ایک بات نظر آئی جس کی طرف مَیں اپنے نوتعلیم یافتہ علماء کی توجّہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پُرانے علماء کی کوششوں سے مستفید نہ ہونا، ایک طرح کی ناشکری ہے۔ اور جب تمام علم کی بنیاد ہی پہلے لوگوں کی کوششوں پر رکھی ہوئی ہے، اور اگر ہم پہلے لوگوں کی کوششوں کو بالکل چھوڑ کر ایک نئی راہ اختیار کریں تو ہمارے لئے مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے، اس لئے حتی الوسع پُرانے لوگوں کی سعی کو شکر سے قبول کرنا اور اس پر مزید عمارت کھڑی کرنا ایک حد تک ضروری ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی مَیں یہ بھی کہونگا کہ یہ ضروری نہیں کہ پہلوں نے ہر بات کو اسی رنگ میں دیکھا ہو جس رنگ میں ہمارا زمانہ دیکھتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے زمانہ کی ضروریات و مقتضیات کو بھی مدِّنظر رکھنا ہے، لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم پُرانی تحقیقات کو بھی اپنے رنگ میں پرکھ لیا کریں۔ ممکن ہے جس طور پر ہمارے پہلے کسی بزرگ نے دیکھا ہے وہ روشنی ہمارے اندر ہی نہ ہو، یا جس طور پر وہ اس بات کو اپنے رنگ میں نباہ سکتا ہے، اس طور پر ہم اسے اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے نباہ نہ سکیں۔ بہر کیف دیکھ بھال اور پرکھ بہت ضروری ہے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ بالمقابل دشمن ہماری چھوٹی سے چھوٹی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کے لئے طیار ہو۔ اگر ایک مضمون میں سَو محکم دلائل ہوں، لیکن ایک دلیل سقیم ہو، یا اس کو ایسے رنگ میں پیش کیا گیا ہو کہ اس کے سقم کا پہلو لوگوں کی نظروں میں جلد آجائے، تو ہمارا دشمن اس سے ضرور فائدہ اُٹھائیگا، اور ہمارے ۹۹ پختہ دلائل بالکل بے اثر اور رائیگاں جائینگے۔ اِلّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔

اسی ضمن میں مَیں بھی ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اس مضمون میں جس کی طرف مَیں اوپر اشارہ کر چکا ہوں، ایک دلیل حضرت مسیحؑ کے ان الفاظ سے بھی لی گئی ہے، جو یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۴ میں مذکور ہیں، اور وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"اس کے بعد مَیں تم سے بہت سی باتیں نہیں کرونگا، کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے، اور مجھ میں اسکا کچھ نہیں۔"

فاضل مضمون نگار نے ان الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کرنیکی کوشش کی ہے کہ چونکہ یہ الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام نے کسی دوسرے کے متعلق کہے ہیں۔ اس لئے بالضرور یہ حضرت نبی کریم صلعم پر ہی چسپاں ہوتے ہیں۔ لیکن اول تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو پیشگوئی حضرت مسیحؑ پر صادق نہ آئے وہ نبی کریم صلعم پر لگ جائے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں تو قرائن بھی اسکے خلاف پڑے ہیں۔ مثلاً یہ الفاظ کہ "مجھ میں اس کا کچھ نہیں" صاف بتلا رہے ہیں، کہ حضرت مسیحؑ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ اگر ان الفاظ کے اچھے معنے ہوتے تو حضرت مسیحؑ اس طرح اپنی نفرت انگیز۔ بے تعلقی کا اظہار نہ فرماتے۔ یہ تو بعینہٖ اسی قسم کے الفاظ ہیں جیسے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے کئی جگہ فرمایا ہے کہ ایسا فعل کرنے والا مجھ میں سے نہیں۔ یا جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ حضرت طالوت نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو اس نہر سے خلاف حکم پانی پیئے گا وہ ہم میں سے نہیں (فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ بقرہ۔ ۳۳) یا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کشتی نوح میں تفصیل و فہرست وار نوٹ فرماتے جاتے ہیں کہ جو ایسا کام کرتا ہے وہ مجھ میں سے نہیں۔

Digitized by Khilafat Library

دراصل اردو ترجمہ کرنے والوں نے انجیلی الفاظ کا بھونڈا ترجمہ کر دیا ہے، کہ "مجھ میں اس کا کچھ نہیں" حالانکہ اس کے بالمقابل انگریزی عبارت بالکل صاف و غیر مبہم ہے، کیونکہ وہاں صاف الفاظ ہیں:۔

He has nothing in me.

مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر مضمون نگار صاحب ذرا تکلیف کر کے انجیل کے حاشیہ کو ہی دیکھ لیتے، تو وہاں انہیں ایک دو اور آیتوں کے حوالے ملجاتے جو اس مضمون کی وضاحت کیلئے کافی تھے۔ مثلاً اسی یوحنا کی انجیل کے چودھویں باب سے دو باب پہلے اور دو باب بعد میں ایسے حوالے موجود ہیں، جو اس مضمون پر واضح دلیل ہیں۔ چنانچہ باب ۱۲ آیت ۳۱ میں لکھا ہے "اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے۔ اب دنیا کا سردار نکال دیا جائیگا"۔ انگریزی میں الفاظ Cast out ہیں، جن کے معنے ہیں ملعون قرار دیا جائیگا

اور اسی یوحنا کے سولھویں باب کی گیارھویں آیت میں ہے کہ جب وہ روح الحق آئیگا تو وہ یہ یہ کام کریگا۔ اور منجملہ ان کاموں کے ایک یہ ہے کہ وہ عدالت کریگا۔ یعنی اس کا عدالت کا فعل یہ ہوگا کہ وہ دنیا کے سردار کو مجرم قرار دیگا۔ ساری عبادت یہ ہے:۔

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر مَیں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا۔ لیکن اگر جاؤنگا تو تمہارے پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھیرائیگا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ مَیں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھیرایا گیا۔"

ان عبارتوں کو ملا کر پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت مسیحؑ اس آنیوالے کے کاموں کے متعلق یہ خبر دیتے ہیں کہ وہ یہ یہ کام کریگا۔ منجملہ ان کاموں کے شیطان لعین کا سر کچلنا بھی ہے۔ باب ۱۲ میں اسکے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ وہ "دھتکار دیا جائیگا" اور باب سولہ میں ہیں کہ "وہ مجرم گردانا جائیگا"۔ یہ کام واقعی نبی کریم صلعم کے ہاتھوں پورے ہوئے، یا آپؐ کے خلفاءؓ کے ہاتھوں سے۔ اصل مشکل یہ آپڑی ہے، کہ انجیلی تراجم جو اُردو میں ہیں، وہ عام طور پر انگریزی کی اناجیل کا لفظی ترجمہ ہیں ـــــ اسقدر لفظی کہ محاورہ کو پاس چھونے تک نہیں دیا گیا۔ ورنہ انگریزی اناجیل جو بجائے خود ترجمہ در ترجمہ ہیں بہت واضح ہیں۔ اور انکے الفاظ سے کسی ابہام کے پیدا ہونیکا اندیشہ نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ انہی اناجیل کے حاشیہ پر "دنیا کا سردار" کے جملہ کے متعلق ایک اور حوالہ ہے، اور وہ بھی اسی مضمون کے متعلق۔ مثلاً متی باب ۴ آیت ۸ ـــ ۱۰ میں لکھا ہے "پھر ابلیس اُسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا، اور دنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت اُسے دکھائی، اور اس سے کہا کہ اگر تُو جُھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ مَیں تجھے دیدونگا"۔ ان الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور اس کی شان و شوکت پر پورے قبضے کا دعویٰ یا دوسرے الفاظ میں دنیا کی سرداری صرف ابلیس کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور پہلو بھی غور طلب ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ عیسائی اصطلاح میں "دنیا کے سردار" کے کیا معنے ہیں؟ اس کے لئے دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی سی ڈکشنری انگریزی کی اُٹھا کر اس میں Prince of the World کے معنے دیکھ لئے جائیں۔

اگر ان کے ہاں اس جملہ کے اصطلاحی معنے ہی شیطان کے ہوں، تو ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ان الفاظ کی پیشگوئی نبی کریم صلعم پر منطبق کرتے ہوئے ہم عیسائیوں کو خواہ مخواہ ہنسی کا موقع تو نہیں دے رہے ہے۔ مثلاً ایک چھوٹی سی ڈکشنری The Concise Oxford Dictionary ہے۔ اس میں اس لفظ کے معنے دیکھ لیں۔ وہاں لکھا ہے:۔ Prince of the World کے معنے شیطان کے سوا Prince of air; Prince of darkness, اور کچھ نہیں ہیں۔ یہی حال انگریزی کی بڑی ڈکشنری Webster کا ہے، جہاں بعینہٖ انہیں الفاظ میں یہ معنے دئے گئے ہیں۔ اب قطع نظر اس امر کے کہ اس پیشگوئی کا صحیح مفہوم کیا ہے، عیسائی بڑے زور سے ہماری تائید کریگا۔ اور ہنس کر کہیگا کہ بے شک یہ پیش گوئی نبی کریم صلعم پر نعوذ باللہ صادق آتی ہے۔ اور اس سے جو نتائج وہ اخذ کرکے پیش کریگا، اور جو عیسائی ناظرین و قارئین اس کا مفہوم نکالیں گے اس کو ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے مَیں اپنے نوجوان علماء سے التماس کروں گا، کہ آپ ان پیشگوئیوں کو بصارت کی نظر سے پھر پڑھیں اور ان کے ماحول کو اپنے علم کی زیادتی اور صحت نیت و صحت علم سے مدِّ نظر رکھتے ہوئے، دِقّت نظر و وسعت نظر کو بڑھائیں۔ تا دینی علوم کے ساتھ دنیا کے علوم کی بھی ترقی ہو، اور راستی اور تقویٰ صحیح معنوں میں دنیا میں قائم ہو، اور محض خشک لفاظی پر اکتفا نہ کیا جائے ؎

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے پرانے فائل

جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور دیگر بزرگان سلسلہ کے نہایت قیمتی مضامین ہیں، قابل فروخت ہیں۔ علمی مذاق رکھنے والوں کے لئے یہ بیش بہا خزانہ ہے۔ قیمت کا فیصلہ مینیجر رسالہ ریویو اُردو سے بذریعہ خط و کتابت کریں ؎

Digitized by Khilafat Library

چچا کی موجودگی میں بھتیجا اپنے دادا کے ترکہ کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟

Digitized by Khilafat Library

رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون میں مَیں نے اس سوال پر ایک نوٹ لکھا تھا جس میں اس کے متعلق اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم کا میلان اسی طرف ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا اپنے دادا کا وارث نہیں ہوتا۔ اور حدیث اور اقوال ائمہ سے بھی اسی بات کی تائید پیش کی تھی۔ اس پر کلکتہ کے ایک دوست نے ایک خط میں کچھ تنقید فرمائی ہے۔ اور خواہش کی ہے کہ اس خط کو دیکھنے کے بعد اپنے مضمون پر نظر ثانی کیجائے۔ اس لئے اس خط کا ضروری حصہ دیکر اسکے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

قولہ "قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم میں سے جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثہ اور اس کے مال اور اسکی اولاد کے متعلق ایسا انتظام کرو جیسا تم اپنے متعلق پسند کرتے ہو...... کیا مولوی صاحب پسند کرتے ہیں کہ...... اگر ان کی موجودگی میں انکا ایک بیٹا کچھ اولاد چھوڑ کر مر جائے تو اس مرحوم کے بچّوں کو لاوارث کر کے گھر سے باہر نکال دینگے...... میرے خیال میں آپکی ضمیر آپکو یہی کہیگی کہ انکو انکے باپ کا حصّہ بھی دیا جائے۔ اور کچھ زائد بھی دیا جائے۔"

جواب۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپکو زیر بحث سوال کے متعلق کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس جگہ زیر بحث یہ سوال نہیں کہ اگر کوئی شخص کچھ اولاد اور باپ چھوڑ کر فوت ہو جائے تو آیا اس مرنیوالے کے باپ کو یہ حق حاصل ہوگا یا نہیں کہ وہ اپنے اس وفات یافتہ لڑکے کے تمام ترکہ پر خود ہی قابض ہو جائے اور اسکے بچّوں کو اسکی متروکہ جائیداد سے بیدخل کر کے اور اسکے متروکہ گھر سے نکال کر انہیں لوگوں کا دستنگر اور دریوزہ گر بنا دے۔ نہ ہی مَیں نے اپنے مضمون میں کوئی ایسی بات لکھی ہے۔ یا شائد آپنے اس جگہ پر یہ سوال سمجھا ہو کہ اگر ایک شخص صاحبِ جائیداد ہو اور اسکے کئی لڑکے ہوں اور جن میں سے ایک لڑکا کچھ اولاد چھوڑ کر مر گیا ہو۔ تو آیا اس شخص کیلئے ضروری ہے یا نہیں کہ اپنی زندگی میں ہی اپنی کُل جائیداد اپنے باقی لڑکوں اور پوتوں اور دیگر ایسے متعلقین کو ہبہ کر دے اور ان پر اسے قبضہ مالکانہ دیدے جو اسکی وفات کی صورت میں اسکے وارث بننے والے ہوں۔ اور خود بیدخل اور مفلس اور قلاش ہو جائے اور آئندہ کیلئے دریوزہ گری کے ذریعہ سے گذر اوقات کیا کرے۔ لیکن میرے مضمون میں یہ سوال بھی زیر بحث نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ اگر ایک شخص بچّے چھوڑ کر فوت ہو اور اسکی وفات کے وقت اس کا باپ زندہ ہو۔ اور اس متوفّی شخص کے بعد اس کا باپ بھی فوت ہو جائے اور کچھ لڑکے چھوڑ جائے تو اس دوسرے مرنے والے شخص کے

Digitized by Khilafat Library

وہ پوتے بھی اسکے لڑکوں کے ساتھ اسکے ترکہ کے حصہ دار ہونگے یا نہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب محض اس جذبہ کے ماتحت دینا درست نہیں ہو سکتا کہ اگر انہیں اپنے دادا کے ترکہ میں حصہ دار نہ ٹھیرایا گیا تو یہ ان یتیم و مسکین بیچاروں پر ظلم ہوگا بلکہ لازماً کسی مستقل اصل اور ضابطہ کے ماتحت دینا ہوگا۔ اب اگر یہ کلیہ مدِ نظر رکھا جائے کہ وفات یافتہ شخص کے وارث ان لوگوں کے بھی وارث شمار ہونگے۔ کہ اگر اسکی وفات نہ ہو جاتی اور ان لوگوں میں سے بعض افراد اسکی زندگی میں مرجاتے) جن کا وہ وارث بننے والا سمجھا جاتا تھا۔ تو پوتے اپنے چچوں کی موجودگی میں اپنے دادا کے ضرور وارث ہوتے۔ لیکن یہ کلیہ اور یہ نظریہ کسی قانون کسی آئین اور کسی شریعت نے آجتک پیش نہیں کیا۔ اور اس قسم کا قانون نافذ کرنیکی خرابیاں اسکے فوائد کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہونگی۔ اور اسکے فوائد انکے نقصانات کے سامنے بالکل ہیچ ہونگے۔ اور اگر آپکا یہ خیال ہو کہ کوئی شخص اپنے باپ کی موجودگی میں کسی جائیداد کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اگر ایک شخص اپنے باپ کی حین حیات میں مرجائے اور کچھ بچے چھوڑ جائے تو جبتک اس شخص کا باپ فوت نہ ہو اسوقت تک اس کے یتیم بچے بالکل مفلس اور قلاش رہینگے۔ اور اب اگر ان بچوں کے دادا کے مرنے کے وقت بھی انہیں اسکے ترکہ میں سے حصہ نہ ملا تو وہ بدستور آئندہ بھی مفلس اور قلاش ہی رہینگے۔ تو یہ خیال بھی درست نہیں۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کی اولاد بھی ہو اور اس کا باپ بھی زندہ موجود ہے وہ شخص ہمیشہ بھوکا مفلس اور قلاش ہو اور اس کا بڈھا باپ ہمیشہ ہر حال میں بڑا دولتمند ہو بلکہ کبھی تو باپ بیٹا دونو مالدار ہوتے ہیں۔ کبھی دونو مفلس اور تنگدست ہوتے ہیں۔ کبھی بیٹا مالدار ہوتا ہے اور باپ مفلس۔ اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ مالدار ہو۔ اور بیٹا دیوالیہ اور مفلس ہو۔ معلوم نہیں آپنے یہ کس طرح سے اور کہاں سے سمجھ لیا ہے کہ اگر کسی شخص کے لڑکے بھی موجود ہوں اور اس کے ایک وفات یافتہ لڑکے کی اولاد بھی موجود ہو تو جبتک اس شخص کے پوتوں کو اسکے مرنے پر اسکے ترکہ کا حصہ دار نہ بنایا جائے اسوقت وہ بیچارے بھکاری۔ بھوکے۔ قلاش اور مفلس رہینگے

پھر میں کہتا ہوں کہ آپنے یہ کہاں سے سمجھ لیا ہے کہ سوائے اسکے کہ پوتوں کو ان کے دادا کی وفات پر انکے چچوں کے ساتھ انکے دادا کے ترکہ کا حصہ دار نہ بنایا جائے۔ اسوقت تک انکی دستگیری کی کوئی صورت نہیں۔ کیا انکا دادا انہیں ایسے دکھ کی حالت میں دیکھ کر اپنی بقیہ زندگی میں انکے لئے کوئی مناسب انتظام نہیں کریگا یا نہیں کر سکتا؟ کیا وہ انکی ایسی بیچارگی کی حالت میں ہبہ کے ذریعہ سے انہیں اپنی جائیداد کا کوئی معقول حصہ نہیں دے سکتا یا ان کے حق میں تہائی ترکہ تک کی وصیت نہیں کر سکتا؟ اور اگر

کسی اتفاقی حادثہ سے ہبہ یا وصیت کرنے سے قبل فوت ہو جائے تو کیا شریعت نے یہ حکم نہیں دیا کہ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ (نساء ع ۱) اور اسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اسکے پس ماندگان کو اس بات کا پابند نہیں قرار دیا کہ وہ اسکے ترکہ کی تقسیم سے پہلے بقدر مناسب ان بچوں کے لئے ایک حصہ الگ کرائیں۔

علاوہ اسکے میں کہتا ہوں کہ آپکو یہی سوال نواسوں کے حق میں کیوں نہیں کھٹکتا جن کی والدہ فوت ہو چکی ہو اگر وہ بھکاری ہو جائیں تو آپکی بلا سے۔ مگر آپکے پوتے ضرور اپنے چچوں کی موجودگی میں اپنے دادا کے ترکہ میں شریک ہوں۔ اگر اس بارہ میں کوئی نص موجود ہوتی تو اور بات تھی۔ مگر جب کوئی نص موجود نہیں ہے اور خود آپکے نزدیک بھی آپکا استدلال نص کے بین السطور سے ہے تو آخر اتنا تو سوچئے کہ آپ کس اصل اور کس ضابطہ کے ماتحت لڑکوں کی موجودگی میں پوتوں کو وارث قرار دیتے ہیں آگر آپکے نزدیک مُردہ بھی وارث ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس حق سے عورتوں کو محروم رکھا جائے اور پوتوں کو تو دادا کے ترکہ میں شریک قرار دیا جائے۔ مگر نواسوں کو اس حق سے محروم رکھا جائے۔ کیا انکی ماں اس شخص کی بیٹی نہیں یا کیا بیٹی کا شریعت نے کوئی حصہ نہیں رکھا؟ اور اگر لڑکوں کی طرح بیٹیاں بھی اپنے باپ کے ترکہ کی حصہ دار ہوتی ہیں۔ ... تو کوئی وجہ نہیں کہ پوتوں کے وفات یافتہ باپ کو تو فرضی وارث شمار کر کے اسکا حصہ اسکے بیٹوں کو دلایا جائے۔ مگر نواسوں کی وفات یافتہ ماں کو یہ حق نہ دیا جائے۔ اور اس کا حصہ اسکے بیٹوں کی طرف منتقل نہ کیا جائے۔ آخر اس تفریق کی بنا کس بات پر ہے۔ کیا اس کی بنا اسی ہندوانہ خیال پر تو نہیں کہ لڑکیوں کا اپنے باپ کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اور تمام ترکہ لڑکوں کا حق ہوتا ہے؟ اور اگر آپ کہیں کہ ہم مردہ کو وارث نہیں ٹھیراتے بلکہ زندوں کو براہِ راست وارث قرار دیتے ہیں، اور چونکہ نواسے براہِ راست اپنے نانا کے وارث نہیں ہو سکتے اسلئے وفات یافتہ لڑکی کی اولاد کو کچھ نہیں دلاتے تو اس سے آپکا یہ نظریہ غلط ہو جائیگا کہ اگر وفات یافتہ لڑکے کی اولاد پانچ لڑکے ہوں تو انہیں انکے دادا کے ترکہ میں سے پانچ حصے نہیں ملینگے بلکہ صرف ایک حصہ ملیگا جو انکے باپ کا حصہ ہوتا ہے۔

قولہٗ عقلی دلائل بھی اسکی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً وہ بیوہ جو کہ آپکی سابقہ بہو تھی، اور وہ مرحوم کے بچے یعنی آپکے پوتے، ان پر آپ باقاعدہ پہلے سے بھی زیادہ ولی اور سرپرست ہونیکا حق عائد کرتے ہیں آپکی اجازت کے بغیر وہ کچھ کرنیکے مجاز نہیں ہوتے۔ آپکی لیٹ بہو آپکی اسی طرح محرم رہتی ہے وغیرہ وغیرہ مگر آنجناب کی جائیداد کی تقسیم کے

معاملہ میں وہ شودر اور بھکاری کا جامہ پہن لیتے ہیں"۔

جواب۔ یہ بھی آپکی غلط فہمی ہے۔ کوئی شخص گارڈین ہونیکی وجہ سے اس حیثیت میں نہیں آجاتا کہ اسکے ترکہ میں ان بچوں وغیرہ کو بھی حصہ دار قرار دیا جائے جو اسکی نگرانی کے نیچے ہیں۔ کیونکہ گارڈین ہونا اور مورث ہونا لازم و ملزوم نہیں باقی رہا بہو کا معاملہ۔ سو اگر آئندہ کسی اور جگہ نکاح کرنے سے رہ کیں گے تو شریعت آپکو اس بات کی اجازت نہیں دیگی اور اگر نہیں روکیں گے اور وہ کسی اور شخص سے نکاح کر لیگی تو اسکے ذریعہ سے آپکو اپنی اس فرضی ولائیت اور سرپرستی کی حقیقت معلوم ہو جائیگی جو آپکے لڑکے کی وفات کے بعد اس بہو کے متعلق آپکو حاصل ہوئی تھی۔

قولہ۔ اگر آپ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ کے معنے صرف زندہ باپوں کی اولاد ورثہ کے لائق ہوتی ہے کرینگے، تو آیت حلائل ابناءکم الذین من اصلابکم۔ بنات الاخ۔ بنات الاخت میں صرف ایک پُشت حرام کرکے دوسری پُشت سے نکاح جائز کرلینگے یا نہیں۔

جواب۔ مَیں نے اپنے مضمون میں یہ بات کہیں نہیں لکھی کہ میّت کی اولاد کی اولاد میّت کی اولاد شمار نہیں ہوگی، بلکہ اسکے برعکس یہ لکھا ہے کہ وہ سب اسکی اولاد تو شمار ہونگے۔ مگر وارث زیادہ قریب والی اولاد ہی ہوگی اسکی مثالیں مسائل وراثت میں بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً نرینہ اولاد یا باپ کی موجودگی میں بھائی اور بہنیں وارث نہیں ہوتے لیکن یہ نہیں کہ جب وہ وارث نہ ہوں تو بھائی ہی نہیں رہتے۔ اسی طرح لڑکوں کی موجودگی میں پوتے بھی اولاد میں سے تو ضرور شمار ہونگے مگر وارث نہیں ہونگے۔

قولہ"یا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا فتویٰ تو حضور نے کوئی مضمون اسپر نہیں لکھا۔ البتہ سائل کی طرز کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جواب دیا اور (ایسی) کوئی تحریر فیصلہ کن نہیں ہوسکتی۔ مثلاً حضرت صاحب نے سود کو حرام قرار دیا ہے مگر ایک شخص کو اجازت دی ہے کہ سود لو بھی اور دو بھی، مگر خود نہ کھاؤ۔ اس قسم کی تحریریں غور طلب اور ضمیر کے ماتحت تفسیر کے قابل ہیں"۔

جواب۔ تفسیر یا تاویل وغیرہ کی گنجائش وہاں ہوتی ہے جہاں ایک ہی شخص واجب الاتباع کے متخالف اقوال نظر آتے ہوں، مگر زیر بحث مسئلہ میں یہ بات نہیں پائی جاتی اور اگر اختلاف نظر آنے کی صورت کے بغیر یونہی اپنے منشاء اور میلان کے خلاف تحریرات و تقریرات کو محتاجِ تفسیر بنا کر ٹالنا شروع کر دیا جائے تو واجب الاتباع ہستی نہیں رہیگی جس کے کسی قول کی کوئی تاویل کی جارہی ہوگی بلکہ دراصل ایسا کرنیوالا شخص اپنے آپکو اس ہستی کا اور دوسرے لوگوں کا مطاع اور واجب الاتباع قرار دینے والا ہوگا۔

قولہ ۔" ہر ایک شخص اتنے گہرے مسائل اور بڑی بڑی کتابیں نہیں پڑھ سکتا مگر ضمیر کی آواز کی پیروی کرنا آسان ہے۔ جبکہ قرآن پاک نے اس مسئلہ کو حل کیا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى یعنی ہر شخص کتابوں سے ذاتِ باری کے دلائل پڑھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ مگر اس کی ضمیر سے قالوا بلیٰ کی آواز نکلتی ہے جس پر اسے مجرم قرار دیا جائے گا اور یہی اصل واعظ ہے اور اسی پر ہر مسئلہ کا دارو مدار ہے۔"

جواب ۔ اوّل تو ضمیر کی تشخیص کرنا آسان نہیں۔ بسا اوقات انسان اپنے ماحول کے اثر یا اپنے ذاتی میلان کا نام ضمیر یا فطرت رکھ لیتا ہے جو درحقیقت ضمیر کی آواز نہیں ہوتی۔ جیسے جینی اور بعض ہندو جیو ہتیا کا سوال گوشت خوری کے خلاف یا بعض دیگر مذاہب کے لوگ تعدّدِ ازواج کو خلافِ فطرت بتایا کرتے ہیں۔ دوسرے ہر مسئلہ کا دارو مدار محض ضمیر کی آواز پر نہیں ہو سکتا۔ ورنہ برہموؤں کی یہ دلیل درست تسلیم کرنی پڑے گی کہ الہام اور وحی کی کچھ ضرورت نہیں، صحیفۂ فطرت اور انسانی ضمیر انسان کی رہنمائی کے لئے کافی ہے اور اگر ہر مسئلہ کا دارو مدار محض ضمیر کی آواز پر سمجھ کر قانون سے آزادی حاصل کر لی جائے تو دنیا سے امن ہی اُٹھ جائے گا۔

بالآخر میں اس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ شریعت کی بناء محض جذبات اور پھر انفرادی اور شخصی جذبات پر نہیں بلکہ اس میں بہت سے امور کا دخل ہے، اور اگر تمام پہلوؤں پر نظر رکھی جائے تو مذکورہ بالا مسئلہ بالکل درست نظر آئے گا۔ خصوصاً جبکہ نادار و یتیموں کے لئے اسلامی قانونِ وراثت میں ہر طرح کی رعایات رکھی گئی ہیں

* * * * * * * * *

تردید دلائل انقطاع نبوّت بعد آنحضرت صلعم

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایّدہ اللہ بنصرہ العزیز روزانہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیانی عرصہ میں ڈیڑھ دو گھنٹے تک مسجد مبارک میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ اور آجکل حضور سورہ احزاب کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں۔ آیت خاتم النّبیین کی تشریح کرتے ہوئے حضور نے مسئلہ ختم نبوّت پر سیر کن بحث فرمائی، اور احمدیہ نقطۂ نگاہ نہایت وضاحت سے مدلّل طور پر بیان فرمایا۔ حضور کی یہ تقریر کئی روز تک جاری رہی۔ یہ تقریر دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّہ میں آیت کے معانی کی تشریح و توضیح ہے، اور دوسرے میں اس تشریح پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔ چونکہ پہلے حصّہ کے نوٹ ابھی صاف نہیں ہوئے اس لئے ہم فی الحال دوسرا حصّہ اپنے رسالہ کے ناظرین کیلئے شائع کرنا شروع کرتے ہیں۔ یہ مضمون کئی اقساط میں ختم ہوگا۔ پہلا حصّہ انشاء اللہ متعاقب شائع ہوگا۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ تقریر میں روانی کی وجہ سے بعض مقامات پوری طرح ضبط تحریر میں نہ آسکے، اور بعض جگہ حضور کے صحیح الفاظ نہیں لکھے جاسکے۔ اسلئے اگر عبارت کہیں سقیم ہو تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ خاکسار ایڈیٹر

ختم نبوّت کی ہماری تشریح پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اب مَیں ان کو لیتا ہوں۔ اور ان کے جوابات دیتا ہوں:۔

Digitized by Khilafat Library

پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے:۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ فَشَقَّ ذَالِكَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ وَلٰکِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوّت بند ہو گئی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔ صحابہؓ پر یہ بات گراں گذری، تو آپ نے فرمایا لیکن مبشرات بند نہیں ہوئیں؛ صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول مبشرات کیا ہوتی ہیں؟

قَالَ رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ - آپؐ نے فرمایا مسلمان مرد کی خواب، اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں -

یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی (ابواب الرؤیا) میں آئی ہے۔ معترضین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مندرجہ ذیل چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

(۱) نبوّت اور رسالت کا سلسلہ بند ہے۔ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں ہوگا۔ (۳) اب صرف مبشّرات جو مسلمان کی رؤیا ہوتی ہیں جاری ہیں۔ (۴) مبشّرات نبوّت نہیں کہلا سکتیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ یہ نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس کو پیش کرنیوالے خود ایک نبی کی آمد کے قائل ہیں۔ وہ ہمیں تو یہ کہتے ہیں کہ تم نبوّت کو جاری کرتے ہو اور خود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہونگے۔ اس پر بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جب نازل ہونگے تو نبی نہ ہونگے بلکہ نبوّت سے معزول ہو کر آئینگے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر وہ فی الواقعہ نبوّت سے معزول ہو جائینگے تو مُسلم شریف کی وہ حدیث کہاں رکھی جائیگی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے آنیوالے مسیحؑ کو چار دفعہ نبی اللہ کہا ہے۔

علاوہ ازیں یہ مسلّم ہے کہ انسان کا حشر اُسی حالت پر ہوگا جس حالت میں اس کی موت ہوگی۔ اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات اُمّت محمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت میں ہوگی تو پھر قیامت کو وہ اپنی اُمّت کی قیادت کس طرح کرینگے؟ اس صورت میں تو ان کا حشر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہوگا۔ نیز ان حدیثوں کا کیا مطلب ہوگا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حشر کے روز کی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السّلام کے لئے رسول اللہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں[۵۱]۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے کہ وہ نبوّت سے معزول ہو کر آئینگے۔ بلکہ جب وہ آئینگے تو يَنْزِلُ عَامِلاً عَلٰى شَرِيْعَتِهٖ كَاَنَّهٗ بَعْضُ اُمَّتِهٖ[۵۲] - نازل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرینگے گویا کہ وہ حضورؐ کی اُمّت کے فرد ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر كَاَنَّهٗ بَعْضُ اُمَّتِهٖ (گویا کہ وہ آپؐ کی اُمّت کا ایک فرد ہے) کا مصداق آسکتا ہے، تو خالص اُمّتی کیوں نہیں آسکتا؟ ایک نبی عمل بالشریعت سے اُمّتیوں جیسا ہوگیا اور اُس کے

---

۵۱ بخاری جلد ۳ تفسیر سورہ بنی اسرائیل۔ ۵۲ فتح البیان

آنے سے ختم نبوّت کی مُہر نہیں ٹوٹتی تو جو مہر ایسی مضبوط ہے وہ امّتی کے آنے سے کیونکر ٹوٹ جائیگی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَات کے الفاظ ہیں۔ اور اس پر سب متفق ہیں کہ مبشرات میں منذرات بھی شامل ہیں۔ ورنہ ماننا پڑیگا کہ اب کسی کو منذر خواب نہیں آتی جو واقعہ کے خلاف ہے۔ ہم انہیں (مخالفین) سے پوچھتے ہیں کہ اس حدیث کی رو سے مبشّرات تو باقی ہیں کیا منذرات بھی باقی ہیں؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں منذرات بھی باقی ہیں اور وہ مبشّرات کے اندر ہی شامل ہیں۔

اس پر ہم پہلی بات تو یہ کہتے ہیں کہ جب آپ مبشّرات کی تاویل کرتے ہیں کہ اس کے معنے ہیں "مُبشّرات و منذرات" تو ہمارا یہ حق کیوں نہیں ہے کہ ہم بھی یہ تاویل کریں کہ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ میں تشریعی رسالت و نبوّت مراد ہے۔

اور دوسری بات ہم یہ کہتے ہیں کہ جب آپ مبشّرات میں منذرات کو شامل تسلیم کرتے ہیں تو قرآن شریف نے بھی تو نبی کو بشیر و نذیر ہی قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (اعراف - ۲۳)

مَیں صرف نذیر اور بشیر ہوں اس قوم کے لئے جو ایمان لانے والی ہے۔

اب اگر مبشّرات و منذرات نبوّت نہیں ہیں تو اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ "مَیں نہیں ہوں سوائے اس شخص کے جس کو صرف مبشّرات و منذرات ملتی ہیں"۔ اور مطلب اس کا یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف بشیر و نذیر ہیں نبی نہیں ہیں۔ پس اگر مبشّرات و منذرات والے کو غیر نبی کہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت بھی معاذ اللہ جاتی رہتی ہے۔ اس آیت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ نبوّت بشارت و انذار ہی کا نام ہے۔ اور نبی کو خواہ بشیر کہ لو خواہ نذیر اور خواہ نبی، بات ایک ہی ہے۔ باقی باتیں اور خصوصیات اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور اقسام نبوّت خواہ مختلف ہوں نبی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا جس طرح آدمی کی تعریف میں سفید ہونا، پٹھان ہونا، یا یوروپین وغیرہ ہونا شامل نہیں ہے۔ لیکن ان کے ہونے سے انسان ہونے میں فرق نہیں آتا۔ اسی طرح نبیوں کے متعلّق ہم یہ کہیں گے کہ یہ براہ راست بشیر و نذیر ہے، یہ بالواسطہ بشیر و نذیر ہے، اور یہ شریعت والا بشیر و نذیر ہے، یہ بلا شریعت بشیر و نذیر ہے۔

اس آیت کے علاوہ قرآن مجید کے مندرجہ ذیل مقامات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حصر کے ساتھ (صرف) نذیر، یا بشیر، یا نذیر و بشیر، اور مبشّر کے الفاظ آئے ہیں:۔

(۱) اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ (ہود ـ ۲)

صرف تُو نذیر ہے۔

(۲) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ (حج ـ ۷)

تُو کہدے اے لوگو! مَیں صرف تمہارے لئے کُھلا نذیر ہوں۔

(۳) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥ (بنی اسرائیل ـ ۱۲)

اور نہیں ہم نے بھیجا تجھے مگر بطور مبشّر اور نذیر کے۔

(۴) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥ (فرقان ـ ۵)

اور نہیں ہم نے بھیجا تجھے مگر بطور مبشّر اور نذیر کے۔

(۵) اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (اعراف ـ ۲۳)

نہیں ہے وہ مگر کُھلا نذیر۔

(۶) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ (احقاف ـ ۱)

تُو کہدے کہ مَیں نیا رسول نہیں ہوں۔ اور مجھے علم نہیں ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ مَیں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر بذریعہ وحی اُترتی ہے۔ اور مَیں صرف کُھلا نذیر ہوں۔

اس آیت میں واضح کر دیا کہ مَیں نیا رسول نہیں ہوں جو نذیر ہو کر آیا، بلکہ پہلے رسول بھی میری طرح صرف نذیر تھے۔

Digitized by Khilafat Library

(۷) اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ٥ (سبا ـ ۶)

وہ صرف تمہارے لئے ایک نذیر ہے سخت عذاب سے آگے۔

(۸) اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ٥ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ٥ (فاطر ـ ۳)

تُو صرف نذیر ہے۔ اور ہم نے بھیجا ہے تجھے حق کے ساتھ بشیر و نذیر کر کے۔ اور نہیں کوئی قوم مگر ہم نے اس میں نذیر بھیجا۔

(۹) اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ (ص ـ ۵)

نہیں مجھ پر وحی کی جاتی مگر یہ کہ صرف مَیں کُھلا نذیر ہوں۔

(۱۰) اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ (عنکبوت ـ ۵)

مَیں صرف کُھلا نذیر ہوں۔

(۱۱) اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ (ملک ـ ۲)

مَیں صرف کُھلا نذیر ہوں۔

اسی طرح سورہ شعراء کے رکوع ۷ میں حضرت نوح علیہ السّلام کے متعلق بھی صرف نذیر کا لفظ آیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ میں صرف کھلا نذیر ہوں

یوں تو قرآن کریم میں اور بھی کئی مقامات پر بشیر و نذیر کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السّلام کیلئے آئے ہیں۔ مگر ان آیات میں حصر کے ساتھ یہ دونو الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ یعنی یہ کہ آپؐ صرف بشیر و نذیر ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

اب اگر لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَات میں مبشّرات سے نبوّت مراد نہیں ہے، تو ان حوالجات کو سامنے رکھ کر یہی نتیجہ نکلیگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی نعوذ باللہ نبی نہ تھے۔

یہاں غیر مبائعین کے مقابلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح قرآن کریم نے نذیر کا لفظ انبیاءؑ کیلئے اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے استعمال فرمایا ہے، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہام میں بھی آپؑ کو نذیر کہا گیا ہے۔ چنانچہ آپؑ کا ایک الہام ہے "دُنیا میں ایک نذیر آیا، پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا الخ" اس کی دوسری قرأت "دُنیا میں ایک نبی آیا" ہے۔

رہا یہ کہ مذکورہ بالا احادیث میں جو جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ کے الفاظ آئے ہیں۔ انکا کیا مطلب ہے؟ سو اسکے متعلّق یاد رہے۔ کہ جب ایک چیز کا ذکر ہو اور جزء کا لفظ اسکی طرف مضاف ہو تو جزء سے مراد اس چیز کا ایک حصّہ ہوتا ہے۔ مگر جب کئی قسم کی مختلف چیزیں مذکور ہوں اور جزء کا لفظ انکی طرف مضاف ہو تو اُسوقت جزء سے مراد ان چیزوں کا ایک فرد ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں دوزخ کے متعلّق آیا ہے:-

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ (حجر-۳) اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازہ کیلئے ان (دوزخیوں) کا ایک جزء تقسیم شدہ ہے۔

کیا یہاں جزء سے مراد یہ ہے کہ دوزخیوں کا قیمہ اور ان کے ٹکڑے کرکے مختلف دروازوں سے لیجائے جائینگے۔ یا یہ کہ ایک گروہ ایک دروازے سے اور دوسرا دوسرے دروازہ سے لیجایا جائیگا۔ پس جس طرح اِس آیت میں جزء کے معنے بہت سی جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے، اسی طرح جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ میں جُزْءٌ سے مراد ایک قسم ہے۔ چونکہ نبوّت کے کئی اقسام ہیں یعنی تشریعی، غیر تشریعی، اُمّتی اور بلاواسطہ وغیرہ اس لئے فرمایا جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ - اَیْ قِسْمٌ مِّنْ اَقْسَامِ النُّبُوَّۃِ یعنی مبشّرات جاری ہیں اور یہ اقسامِ نبوّت میں سے ایک قسم ہیں۔

میری ایک بیوی نے سوال کیا ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد

رسالت اور نبوّت منقطع ہوگئی ہے۔ اور اب نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول جب صحابہؓ پر یہ بات گراں گذری تو آپؐ نے فرمایا مبشّرات جاری ہیں" اور آپؐ نے مبشّرات سے نبوّت مراد لی ہے۔ اور بشیر و نذیر کے معنے نبی کئے ہیں جب مبشّرات سے مراد نبوّت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ نبوّت ختم ہوگئی ہے اس صورت میں تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ نبوّت جاری ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے فرمایا کہ میرے بعد رسالت اور نبوّت منقطع ہوگئی ہے۔ اور میرے بعد اب کوئی نبی اور رسول نہ آئیگا۔ مگر پھر لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَات کہکر فرمایا کہ نبوّت جاری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا پس یا تو یہ سمجھا جائے کہ مبشّرات نبوّت کا حصّہ نہیں ہیں۔ اور اگر ہیں تو اس بات پر زور دینے کا کیا مطلب کہ نبوّت اور رسالت منقطع ہوگئی ہے اور اب کوئی نبی اور رسول نہیں آئیگا۔

اسکے جواب میں سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ حکیم لوگ مقتضائے وقت کے مطابق بات کرتے ہیں۔ جو مقتضائے وقت کا خیال نہیں رکھیگا وہ ضرور ٹھوکر کھائیگا۔ ضرورت اور مقتضائے وقت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ بعض اوقات ایک بات پر زور دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات دوسری بات پر۔ اور حکیم موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے ہی بات کریگا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے نبی تھے، وہ سب ایک محدود زمانہ کیلئے آتے تھے، اور براہ راست نبی ہوتے تھے، خواہ بعض نئی شریعت لاتے تھے۔ اور آپؐ سے قبل انبیاءؑ کا اتنا لمبا سلسلہ ہے کہ کوئی قوم نہیں ہوئی جسمیں نبی نہ آیا ہو۔ سورۃ فاطر رکوع ۳ میں فرمایا:۔ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں نبی نہ گذرا ہو۔

اور بموجب آیت مِنْهُم مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ بعض کا قرآن شریف میں ذکر آتا ہے۔ باقیوں کا ذکر تفصیلی نہیں ہے۔ اتنا لمبا سلسلہ انبیاءؑ کا دیکھنے پھر قرآن شریف میں یہ پڑھنے کے بعد کہ یوسف علیہ السّلام کے بعد لوگوں نے کہا کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا لیکن پھر نبی آئے، یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آپ کے بعد بھی نبی آسکیگا۔ بالخصوص جبکہ دوسری طرف بعض پیشگوئیاں بھی موجود تھیں کہ نبی آئیگا۔ اور چونکہ نبوّت کا مفہوم یہی سمجھا جاتا تھا جو پہلی نبوّتوں کا ہوتا تھا، اسلئے آنیوالے نبی کا خیال پیدا ہوتے ہی ذہن اسی طرف جاتا تھا کہ گذشتہ انبیاءؑ جیسا ہی ہوگا اسلئے ہو سکتا تھا کہ پیشگوئیوں سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر کئی لوگ کھڑے ہو جاتے اور جھوٹے طور پر نبوّت کا دعویٰ کرتے۔ خصوصاً جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کشفاً بھی بتا دیا گیا

Digitized by Khilafat Library

تھا کہ جھوٹے مدعیان نبوّت کھڑے ہونگے چنانچہ حدیث میں ہے:۔

رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَاذِبَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِي۔

(ترمذی جلد ۲ ابواب الرؤیا)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونو ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں جو مجھے بُرے لگے۔ پس خدا نے مجھ پر وحی نازل کی کہ انہیں پھونک مارو سو میں نے پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے۔ میں نے اسکی یہ تعبیر کی کہ میرے خلاف دو جھوٹے کھڑے ہونگے۔

اور ایسا واقعہ ہُوا کہ مسیلمہ اور اسود عنسی نے خروج کر کے فتنہ پیدا کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے انکی شر سے اُمّت کو محفوظ رکھا۔

پس چونکہ اس مضمون کے نیا ہونیکی وجہ سے خطرہ تھا کہ لوگ دھوکا کھا جائینگے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر زور دینا ضروری سمجھا کہ جس قسم کی نبوّت وہ سمجھتے تھے وہ بند ہو گئی ہے، اور اسکا امکان باقی نہیں ہے۔

باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسقدر زور دینے کے، اور لوگوں کے تیرہ سو سال سے انقطاع نبوّت کے قائل ہونیکے پھر بھی آج مسلمان دھوکہ کھا رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے نازل ہونگے۔ پھر اگر نبوّت کے بند ہونیکا بالکل ہی ذکر نہ ہوتا تو اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قریب زمانہ میں اور بھی زیادہ دھوکا کھانیکا امکان تھا۔ غور کرو کہ اگر اتنا زور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انقطاع نبوّت پر نہ دیتے تو کسقدر خطرہ تھا اور اُمّت کو کسقدر عظیم الشان فتنہ کا سامنا کرنا پڑتا، کیونکہ جو فتنے عنقریب پیدا ہونیوالے تھے، انکی تکذیب اور تردید عوام کیلئے مشکل ہوتی۔ بالخصوص اسلئے کہ اسوقت کسی مامور نے پیدا نہیں ہونا تھا، جو اس مشکل سے عوام کو نکالتا اور انکی غلطی کو دُور کرتا۔ بلکہ جس نے آنا تھا وہ جھوٹا ہی ہونا تھا اسلئے یہ نہایت ضروری تھا کہ انکے ذہنوں میں یہ بات اچھی طرح ڈالدیجاتی کہ کوئی نبی نہیں آئیگا تا وہ دھوکا نہ کھائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انکار پر اسی طرح زور دیا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے نبوّت سے انکار کیا۔ چونکہ لوگوں کے ذہن میں نبی کی تعریف یہ تھی کہ جو نیا حکم اور نئی شریعت لائے اور براہِ راست نبوّت حاصل کرے اسلئے آپ نے بڑے زور سے فرمایا کہ میں نبی نہیں ہوں، نبوّت کا دعویٰ کرنیوالا جھوٹا ہے جسکا مطلب یہ تھا کہ جو مفہوم نبی کا لوگوں کے نزدیک ہے میں ان معنوں میں نبی نہیں ہوں چنانچہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں اسکی وضاحت کر دی اور فرمایا جس جسجگہ میں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے وہاں صرف ان معنوں میں کیا ہے کہ میں کوئی صاحبِ شریعت اور براہِ راست نبوّت پانیوالا نہیں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح یہاں فرمایا کہ:۔

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ یعنی وہ سلسلہ نبوّت اور رسالت کا جو تمہارے ذہنوں میں ہے وہ بالکل ٹوٹ چکا ہے گویا لوگوں کے ذہنوں والی نبوّت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں انقطاع کیا اور لوگوں کے ذہنوں والی نبوّت ہی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے انکار کیا۔

Digitized by Khilafat Library

غرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوّت کے اس مفہوم کے انقطاع پر جو لوگوں میں اسوقت رائج تھا زور نہ دیتے تو آپ کے بعد قریب زمانہ میں ہی یہ بدفتنہ پیدا ہوتا اور اسود عنسی وغیرہ یہ کہکر کہ تم میں نبی آسکتے ہیں، لوگوں کو دھوکا دیتے اُسوقت مسیح موعودؑ نے تھوڑا ہی آنا تھا کہ حقیقت کُھلتی۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود انکے سامنے اس بات پر زور دیا کہ میرے بعد نبی نہیں آئیگا۔

اب یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ کیا اس حصہ کا بھی انکار کیا گیا ہے جو جاری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں! ہاں مخفی رکھا گیا ہے

چنانچہ فرمایا لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ۔ تا جس نے اس سے فائدہ اٹھانا ہے، اسی کا ذہن ادھر جائے، دوسرے کا نہ جائے۔ اور جب تک وہ نبی نہ آئے جو ان الفاظ کا مصداق ہو، تب تک تو فیصلہ ہے۔ اور جب وہ آجائے تو آپ ہی لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرلیگا۔ گویا جس وقت تک کسی نبی نے نہ آنا تھا اس وقت تک اِنَّ النُّبُوَّۃَ وَالرِّسَالَۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ کے الفاظ امت کی حفاظت کا موجب ہوں۔ اور جب نبی آجائے تو وہ لٰکِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ سے نبوت کے جاری ہونیکا ثبوت پیش کرسکے

اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونو حصوں کو خود ہی واضح کرکے یعنی یہ کہکر کہ یہ قسم نبوت کی منقطع ہے اور یہ جاری ہے علم کو مکمل کیوں نہ کیا؟ تو اسکے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے دونو حصوں کو مکمل تو کیا مگر ایک کو حکمت کے ماتحت مخفی رکھا۔ دراصل جو باتیں عمل میں اجتہاد سے تعلّق رکھتی ہیں انہیں تو کھولکر بیان کردیا جاتا ہے۔ لیکن جو امور آئندہ ماموروں سے تعلّق رکھتی ہیں انہیں مخفی رکھا جاتا ہے۔ یہ سُنّت اللہ ہے۔ تا شریر لوگ اس سے واقف ہوکر ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ دیکھو اگر اسود عنسی وغیرہ کو یہ پتہ ہوتا کہ اسلام میں غیر تشریعی اور امّتی نبوت کا سلسلہ جاری ہے، تو ضرور وہ اسی نبوت کا دعویٰ کرتے مگر اس سے لاعلمی کی وجہ سے انہوں نے اسلام سے باہر ہوکر دعویٰ کیا۔ اور لوگ انکے دام فریب سے بچ گئے۔

Digitized by Khilafat Library

اس قریب کے زمانہ میں بہاء اللہ نے یہ سمجھا کہ مسلمان انقطاع نبوت کے عقیدہ پر اسقدر پختہ ہیں کہ دعویٰ نبوت تو کسی صورت میں چل نہیں سکیگا اسلئے وہ مسلمانوں کی فطرت کو پڑھکر یہ چال چلے کہ خدائی کا دعویٰ کردیا۔ حالانکہ خدائی کے دعویٰ کے ساتھ کسقدر اہمیت اور طاقت وغیرہ کی ضرورت ہے۔ مگر انہوں نے ان تمام خطرات کو جو دعویٰ خدائی کیساتھ متعلّق تھے برداشت کرنا منظور کیا لیکن نبوت کا دعویٰ کرنیکا حوصلہ نہ کیا۔ بلکہ بڑے زور سے کہا کہ نبوت ختم ہوچکی ہے۔ لیکن جب ہمارے زمانہ میں نبوت کا وقت آیا تو دیکھ لو کہ ہم نے کسطرح نبوت کو مان لیا۔ اور اب اسکی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت ہر چیز اپنے وقت پر ہی کھلتی ہے اور لازماً نبوت کی ان تفصیلات کے کھلنے کا وہی وقت مقدّر تھا جبکہ وہ موعود شخص ظاہر ہوجاتا جس نے اتباع محمدی سے فیض یافتہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل ظل ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کھولکر بتادیا کہ ان احادیث کا کیا مطلب ہے۔

مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف الفاظ میں فرمادیتے کہ تشریعی اور بلاواسطہ نبوت بند ہے، اور بغیر شریعت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں نبوت جاری ہے تو مسیلمہ وغیرہ کبھی یہ حیلہ نہ چھوڑتے۔ بلکہ کہتے کہ ہم بھی غیر تشریعی اور امّتی نبی ہیں۔ وہ اور اسکے ساتھی تو حکومت چاہتے تھے، اور خلافت کے مقابلہ میں کھڑے ہونا چاہتے تھے۔ اسلئے وہ ایسا ہی دعویٰ کرسکتے تھے جو خلافت سے بڑا ہوتا ورنہ کوئی دعویٰ خلافت کے مقابل پر نہیں چل سکتا۔ کیونکہ بڑے سے بڑا عالم بھی خلافت کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ سو انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کھولکر بیان کردی ہوتی کہ وہ نبوت ختم ہے جو شریعت والی ہے، اور جو براہ راست ملتی ہے لیکن بغیر شریعت کے اتباع محمدی میں نبوت جاری ہے تو جھوٹے مدعی یہی دعویٰ کرتے کہ ہماری نبوت اتباع والی اور غیر تشریعی ہے، پھر سوچو کہ اسلام کو کسقدر نقصان پہنچتا۔ شروع ہی میں اسپر ایک کاری ضرب لگتی؛

وصیتیں

نمبر ۵۱۶۰۔ منکہ محمودہ بیگم زوجہ محمد معین الدین صاحب قوم شیخ عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن حیدرآباد دکن بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ ۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت بصورت زیور و پارچہ و مہر وغیرہ حسب ذیل ہے۔ زیور و پارچہ وغیرہ -/۲۷۰۰ حق مہر جو خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے -/۲۵۰۰ کل ۵۲۰۰ پانچ ہزار دو سو روپیہ سکہ کلدار۔ میں اس جائداد کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اگر آئندہ کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ مجھے دستیاب ہو تو میری یہ وصیت اس پر حاوی ہوگی۔ الغرض میرے انتقال کے وقت جس قدر بھی میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ہو اس تمام کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان متصور ہو۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی حصہ وصیت ادا کر دوں تو اس قدر حصہ منہا کرنے کے بعد بقیہ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو حاصل کرنیکا حق ہوگا۔ اس کے علاوہ اس وقت مجھے پندرہ روپے سکہ کلدار بطور جیب خرچ ملتے ہیں میں اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اور وعدہ کرتی ہوں کہ حصہ آمد کی رقم ماہ بماہ انشاء اللہ ادا کرتی رہونگی۔ الامتہ۔ محمودہ بیگم۔ گواہ شد:۔ محمد معین الدین خاوند موصیہ سالار جنگ بلڈنگ حیدرآباد دکن۔ گواہ شد: محمد اعظم ۵۵۵۱ مچھلی کمان حیدرآباد دکن:۔

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۰۳۹۔ منکہ خیر الدین ولد میاں رحیم بخش قوم ارائیں پیشہ نقل نویس عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن مالیر کوٹلہ ریاست بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲ ۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ آمدنی اجرت نقل نویسی پر ہے۔ جو ماہوار اندازاً ۱۱ آٹھ روپیہ ہے۔ اس لئے میں اپنی آمدنی کا آٹھواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا گویا میں اپنی آمدنی کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اور میں یہ بھی وصیت کرتا کہ اگر کوئی جائیداد میرے مرنے کے وقت موجود ہو تو اس کے بھی آٹھویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور جو رقم حصہ وصیت میں سے اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں وہ مجرا سمجھا جائیگا۔ لہذا یہ چند کلمہ بطور وصیت کے لکھدیئے کہ سند ہوں۔ العبد۔ بقلم خیر الدین احمدی سیکرٹری مال جماعت احمدیہ مالیر کوٹلہ ریاست۔ گواہ شد: چوہدری مختار احمد احمدی سنوری۔ گواہ شد۔ محمد اسمٰعیل سنوری احمدی

پلیڈر مانسہ ریاست پٹیالہ۔

۵۱۱۳/ - منکہ غلام قادر ولد چوہدری محمد یار قوم جٹ کانواں پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن گھٹیالیاں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴/۶/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ میرا گزارہ صرف تنخواہ پر ہے۔ جو کہ مبلغ پندرہ روپے احمد آباد سنڈیکیٹ کی طرف سے ملتے ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی تنخواہ کا ۱/۱۰ حصّہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اور اگر کوئی رقم بطور حصّہ جائیداد وصیت اپنی زندگی میں ادا کردوں تو وہ رقم منہا کردی جائیگی۔ العبد:۔ غلام قادر حال احمد آباد سٹیٹ ڈاکخانہ نبی سر روڈ ضلع میرپور خاص سندھ۔ گواہ شد:۔ سید علی اصغر شاہ موصی ۲۴۶۱/ - گواہ شد:۔ محمد طفیل برادر موصی نشان انگوٹھا:

۵۱۳۰/ - منکہ ملک عنایت اللہ ولد ملک مولوی محمد عبد اللہ صاحب قوم ریحان راجپوت پیدائشی احمدی پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال ساکن محلہ دار البرکات قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۶/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:۔

میرے والد صاحب زندہ ہیں اور میری اپنی کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے اور میرا گزارہ میری ماہوار ملازمت کی آمدنی پر ہے جو کہ مبلغ پینتیس روپے ہے میں اس تنخواہ میں سے ۱/۱۰ حصّہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہوں گا اور تاعمر جو میری وقتاً فوقتاً آمدنی ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی ادائیگی کرتا رہونگا۔ اور ہر ایک وہ جائز آمدنی جو مجھے حاصل ہو اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی ادائیگی کا اقرار کرتا ہوں۔ لہذا یہ وصیّت نامہ بحق صدر انجمن احمدیہ میں نے لکھدیا ہے اور اگر میری وفات کے بعد میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ثابت ہو۔ تو انجمن اس کا ۱/۱۰ حصّہ لینے کی حقدار ہوگی: العبد:۔ ملک عنایت اللہ کلرک محکمہ نہر ڈیرہ غازیخاں ڈویژن ڈیرہ غازیخاں۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد نصر اللہ پنشنر دار الفضل قادیان حال دفتر نہر ڈیرہ غازیخاں۔ گواہ شد:۔ محمد علی بلاک ۷ شہر ڈیرہ غازیخاں بقلم خود:

۵۰۶۳/ - منکہ سیّد مقبول احمد ولد سید محمد حسین قوم سیّد پیشہ طالبعلم عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی

ساکن نکودر ضلع جالندھر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{5}{38}$-۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں
میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ صرف دس روپے والد صاحب کی طرف سے مجھے جیب خرچ
ملتا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا (موجودہ اور آئندہ جو بھی ہو) انشاء اللہ ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ دفتر
صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے
بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی:۔ العبد:۔ سید مقبول احمد ۱۰۴ ڈنیری سٹریٹ
مالجی روڈ کراچی۔ گواہ شد:۔ عبدالقادر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کراچی۔ گواہ شد:۔ بدر دین احمد پریزیڈنٹ
انجمن احمدیہ کراچی:۔

Digitized by Khilafat Library

۵۱۰۹:۔ منکہ محمودہ بیگم زوجہ خلیل الرحمٰن خان قوم ککے زئی عمر بیس سال پیدائشی احمدی ساکن
قادیان حال پشاور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{5}{38}$-۲۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں
میری جائیداد اس وقت تین روپیہ حق مہر اور زیور اندازاً چالیس روپیہ کے ہیں۔ میں اپنے مہر اور
زیور کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتی ہوں۔ میری وفات کے بعد
جو بھی جائیداد میرے حق میں ثابت ہوگی۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی
ہوں۔ مذکورہ رقم تین صد اور چالیس روپیہ کا ۱/۱۰ حصہ جو -/۳۴ روپے بنتے ہیں۔ یہ رقم باقساط ماہوار
ادا کرنے کی سعی کرونگی۔ اور جلد از جلد ادا کردونگی۔ وباللہ التوفیق:۔ الامتہ:۔ محمودہ بیگم۔ گواہ شد
خلیل الرحمٰن خاں مولوی فاضل خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ ایم۔ ایم مرغوب اللہ احمدی دفتر چیف
انجینئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ صدر پشاور:۔

۵۱۷۰:۔ منکہ عبدالسلام ولد شیخ محمد بخش مرحوم قوم شیخ پیشہ دوکانداری عمر تقریباً ۳۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی
ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ جولائی ۱۹۳۸ء
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت منقولہ جائیداد وغیر منقولہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ دو مکانات واقع محلہ دارالبرکات
ہیں جنکی مالیت -/۱۸۰۰ روپیہ ہے اور دونوں مکان ایکہزار روپے میں رہن ہیں۔ میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار
آمد پر ہے جوکہ تجارت کے ذریعہ ہے جو تقریباً بیس روپے ماہوار ہوتی ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ داخل
خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اسکے علاوہ اگر میرے مرنیکے بعد میری جو بھی جائیداد ثابت ہو تو بعد وضع
قرضہ باقی ماندہ جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ کی انجمن مذکور مالک ہوگی اور میرے پسماندگان کا فرض ہوگا۔ کہ میری اس وصیت کی پوری
پوری پابندی کریں۔ اور اگر کوئی رقم میں اپنی زندگی میں حصہ جائیداد سے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردونگا تو وہ رقم حصہ وصیت
جائیداد ۱/۱۰ سے منہا کرکے باقی رقم صدر انجمن احمدیہ میرے ورثا سے وصول کر سکتی ہے۔ العبد۔ عبدالسلام ولد شیخ محمد بخش مرحوم بھنگالوی قادیان۔ گواہ شد۔ اسداللہ خاں تعلیم خود ساکن قادیان $\frac{7}{38}$-۳۰۔ گواہ شد محمد مراد احمدی۔

۶۰۴۱ء منکہ محمد صادق ولد رحمت علی قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۵ء ساکن لاچو وال ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع ہوشیار پور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ ۸/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت جائیداد صرف ایک مکان رہائشی واقع موڈل بستی شیدی پورہ میں ہے مالیتی مبلغ -/۳۰۰ روپیہ ہے۔ مَیں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ (۲) میرا گذارہ اسوقت میری ماہوار تنخواہ پر ہے۔ جو کہ مبلغ -/۷۶ ماہوار ہے مَیں اپنی ماہوار آمد کا بھی ۱/۱۰ حصہ تازیست ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۳) میرے مرنیکے بعد اگر میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد صادق گڈس بی ریلوے کلرنیگ آفس دہلی۔

گواہ شد [illegible]

گواہ شد [illegible]

۵۰۹۰ء منکہ محمد حیات خاں ولد چوہدری خیر الدین خاں ذات جٹ عمر ۶۰ سال پیشہ کاشتکاری زمینداره تاریخ بیعت سال ۱۸۹۲ء (جبکہ پہلی دفعہ دعوٰی کے بعد حضرت صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے) ساکن حافظ آباد محلہ گڑھی آوان تھانہ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ ۶/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری دو بیگمات چھ بیٹے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ جن میں سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں شادی شدہ ہیں باقی ناکتخدا ہیں۔ اور مختلف جماعت ہا میں زیر تعلیم ہیں۔ جائیداد غیر منقولہ تین مکانات پختہ و دیوانخانہ جو محمد حیات خاں ہال کے نام سے مشہور ہے و اراضی زرعی چاہی و نہری و بارانی و جائیداد غیر منقولہ اسباب خانہ داری د ساز و سامان ٹانگہ وغیرہ و عنان گھوڑے ور اُسان بھینس و بیل دگائے اونٹ سب باہمی تقسیم کرکے صرف میرے حصہ کی جائیداد قریبًا چار ہزار کی بنتی ہے۔ مَیں اس جائیداد چار ہزار روپیہ کی بمد صیغہ مقبرہ بہشتی بغرض اشاعت اسلام بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں چونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں نیز بعد وفات اکثر ناہنجار واقعات سُننے میں آتے ہیں۔ اس لئے یہ رقم مَیں اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے ادائیگی کا فخر محسوس کرتا ہُوا مبلغ پانچ سو کی اراضی جو بروئے وثیقہ رجسٹری شدہ مورخہ یکم جون ۱۹۲۲ء کھیوٹ ۶۸ نمبر خسرہ ۶۶۳/۷۰۸ حال ۸۰۷ کی حیات ولد عظیم خان ذات جٹ سکنہ گڑھی آوان تحصیل حافظ آباد سے خرید کردہ ہے اصل وثیقہ رجسٹری شدہ حوالہ صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ جو اس وصیت کے ساتھ لف کیا گیا ہے اس آمدنی کے علاوہ میرے گزارہ کیلئے ماہوار پنشن بھی ہے جس پر میرا اور میرے بچوں کی فیس تعلیم وغیرہ کا گذارہ ہے تازیست اس آمد ماہواری کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں جو ماہ بماہ داخل خزانہ کرتا رہونگا

اور یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ آج کی تاریخ کے بعد کوئی ایسی جائیداد میری وفات کے بعد ثابت ہو۔ جو بعد میں پیدا شدہ ہے یا خرید کردہ ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت کے مطابق اسی قدر حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہذا یہ تحریر بطور وصیّت نامہ کی گئی ؞ العبد۔ محمد حیات خاں سب انسپکٹر پولیس پنشنر بقلم خود۔ گواہ شد۔ ہارون رشید حیات خاں پسر موصی۔ گواہ شد:۔ چوہدری محمد خاں ولد فیروز الدین ذات جٹ سکنہ گڑھی آوان تحصیل حافظ آباد ؞

۵۱۵۵ء۔ منکہ سید عبدالوہاب ولد منشی سیّد غلام اکبر مرحوم قوم سیّد پیشہ لاخراجداری عمر قریبًا اسی سال تاریخ بیعت ۱۸۹۹ء ساکن کوسمبی ڈاکخانہ سونگھڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹ ۷/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ اس وقت میری جائیداد لاخراج اراضی تین ایکڑ دو سو اسی ڈسمل سونگھڑہ میں ہے جس کی قیمت موجودہ مبلغ چھ سو روپیہ ہوتا ہے اور کوئی جائیداد اسوقت میری نہیں۔ اور نہ کوئی دوسری آمدنی ہے۔ خانہ باغ قبل اس کے میں اپنے بچوں کے حسن سلوک اور مالی خدمات کے عوض دے چکا ہوں موجودہ میری زمین کی قیمت چھ سو روپیہ میں سے ۱/۱۰ حصّہ جسکی قیمت مبلغ ساٹھ روپیہ ہوتا ہے۔ وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان ہوگی اگر خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے مجھکو توفیق عطا فرمائے تو انشاء اللہ اپنے حین حیات میں ایک سال کے اندر اندر اس وصیت شدہ زمین کو فروخت کر کے داخل خزانہ کر کے رسید حاصل کرلونگا۔ انشاء اللہ ؞
العبد:۔ سید عبدالوہاب احمدی موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سید غلام محمد احمدی سیکرٹری وصایا انجمن احمدیہ سونگھڑہ گواہ شد:۔ سید اختر الدین احمد ساکن کوسمبی پرگنہ سونگھڑہ ضلع کٹک ؞

۴۹۹۶ء:۔ منکہ عمراں بی بی بنت کرم بخش صاحب قریشی امرتسر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۱۲/۲۸ حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد زیورات قیمتی ایک ہزار سات سو روپیہ کی ہے جو کہ مجھے مہر میں ملے ہوئے ہیں اور تین سو روپیہ نقد موجود ہے۔ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھدیتی ہوں کہ اگر میری وفات پر اس جائیداد کے علاوہ کوئی مزید جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؞ الامتہ:۔ عمراں بی بی موصیہ امرتسر نشان انگوٹھا گواہ شد:۔ محمد خاں بقلم خود امرتسر۔ گواہ شد:۔ خدا بخش ولد احمد خاں قوم ونجارہ ؞ گواہ شد:۔ خورشید بیگم بنت موصیہ گواہ شد۔ جان بی بی والدہ موصیہ ؞

۵۰۸۷: ۔ منکہ شیخ نیاز دین ولد شیخ دین محمد قوم شیخ خوجہ ساکن حال بکٹ گنج مردان ضلع مردان تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۷ء بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری اسوقت جائیداد ایک عدد مکان واقع آبادی مہترانوالی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مشترک بمع برادرم جلال دین بحصہ نصف نصف ہے میرے نصف حصہ کی قیمت تخمیناً دوصد روپیہ ہے اپنے حصہ کے وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ۱/۱۰ حصہ کرتا ہوں علاوہ اس کے میری موت کے بعد اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد میری ثابت ہو ۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ میرا گذارہ اسوقت تجارت کا کام بیڑی پر ہے جسکا اوسط تقریباً عـــہ ماہوار ہے اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن کرتا ہوں ۔ مَیں اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہونگا ۔ اگر مَیں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں ۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی ؛ العبد ۔ نیاز دین ولد شیخ دین محمد ساکن میترانوالی ضلع سیالکوٹ حال وارد بکٹ گنج مردان صوبہ سرحد ۔ گواہ شد : محمد احسن نقل نویس بقلم خود ۔ گواہ شد : معین الدین محاسب انجمن احمدیہ مردان

۶۰۳۲ ۔ منکہ عبدالغنی ولد قطب الدین مرحوم قوم قریشی پیشہ دوکانداری عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۷/۷/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائیداد اسوقت ایک مکان سکونتی محلہ دارالبرکات میں ہے اور ایک دوکان جس کا راس المال ملاکر کل جائیداد قیمتی ۔/۱۶۰۰ روپے کی ہے جس میں ہم دو بھائی اور تین بہنیں اور والدہ حصہ دار ہیں ۔ مطابق شریعت میرے حصہ کی جائیداد ۔/۴۰۰ روپیہ بنتی ہے ۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اسکے علاوہ میں دوکانداری کرتا ہوں جس میں میری ماہوار آمد تقریباً دس روپے ہے مَیں تازیست اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا ۔ اگر مَیں کوئی رقم اپنی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو وہ رقم جائیداد کی حصہ وصیت میں منصور ہوگی ؛

العبد : ۔ عبدالغنی بقلم خود ۔ گواہ شد ۔ محمد اکمل بقلم خود ۔ گواہ شد : ۔ فضل حق بقلم خود برادر حقیقی موصی ؛

۵۰۶۴ منکہ محمد اسرائیل احمد ولد میاں اللہ دتہ صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۳ ۱/۲ سال پیدائشی احمدی ساکن عہدی پور ڈاکخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳/۵/۳۸ حسب

Digitized by Khilafat Library

ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں اسوقت میری ماہوار آمد -/۴۰ روپے ہے مَیں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت میری جسقدر جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ العبد۔ محمد اسرائیل احمدی بی۔ اے ۱۳۱ لیک سکوئر نئی دہلی۔ گواہ شد۔ عبد المجید احمدی ۴۵ لیک سکوئر نئی دہلی۔ گواہ شد۔ محمد عبد اللہ مہار ۱۳۱ لیک سکوئر نئی دہلی۔

۶۰۳۳ء۔ منکہ ملک عطاء الرحمٰن ولد ملک خدا بخش صاحب قوم ککے زئی پیشہ وقف زندگی عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن حال قادیان دار الامان متوطن شہر لاہور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں اسوقت میری ماہوار آمد ۱۵ روپے ہے جو کہ بطور الاؤنس دفتر تحریک جدید سے ملتے ہیں۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ العبد۔ ملک عطاء الرحمٰن بقلم خود۔ گواہ شد خلیل احمد ناصر مجاہد تحریک جدید قادیان۔ محمد اسمٰعیل احمدی پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان ؛

۵۰۸۸ء منکہ امۃ الحمید بیگم بنت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب قوم شیخ عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۸/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ منقولہ جائیداد میں اس وقت میرے پاس زیورات جن کی قیمت اندازاً -/۷۵۱ روپے ہے تفصیل درج ذیل ہے نفیسی چوڑی ۵ تولہ چوڑیاں ۸ عدد ۶ تولہ تشنگار پٹی ۲ تولہ کانٹے دو جوڑی قیمتی ۱۴/۱۱ کلپ دو عدد قیمتی ۵۸ ہار ایک عدد ۵ تولہ انگوٹھی ۴ عدد قیمتی ۱۱ اس کے علاوہ ایک ہزار روپیہ زرِ مہر جو ابھی وصول نہیں ہوا۔ مَیں وصیت کرتی ہوں کہ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہو گی۔ اس حصہ میں سے اگر کوئی رقم مَیں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرکے رسید لے لوں تو وہ رقم اس میں سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اس کے علاوہ اور جائیداد بھی میری وفات کے بعد ثابت ہو۔ تو صدر انجمن احمدیہ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی حقدار ہو گی ؛ الامۃ۔ امۃ الحمید بیگم۔ گواہ شد۔ خالد بی۔ اے۔ برادر موصیہ۔ گواہ شد۔ امۃ الحمید بیگم والدہ موصیہ ؛

Digitized by Khilafat Library

۵۰۸۹ء۔ منکہ امۃ الحی زوجہ مولوی نور احمد مولوی فاضل قوم ارائیں عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۸/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد غیر منقولہ اسوقت کوئی نہیں۔ منقولہ جائیداد میں اسوقت مبلغ بیس روپے کا زیور ہے اس کے علاوہ زرِ مہر پانچصد روپیہ ہے،

جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ ہے میں وصیت کرتی ہوں کہ میری اس جائیداد اور اگر وفات کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد بھی ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اگر اس رقم میں سے کچھ رقم اپنی زندگی میں ادا کر کے اس کی رسید حاصل کر لوں تو اُسے موعودہ رقم میں سے منہا کر لیا جاوے ÷ الامتہ۔ امتہ الحی۔ گواہ شد:۔ نور احمد مولوی فاضل کلرک جامعہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد:۔ محبوب عالم خالدؔ لیکچرر جامعہ احمدیہ قادیان

۴۸۸۷ منکہ محمد شریف خاں ولد مولوی عبد القادر صاحب مرحوم قوم راجپوت پیشہ پرائیویٹ ٹیوٹر عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۸/۱/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار آمدنی پر ہے جو کہ اوسطاً مبلغ ۱۰ روپے ماہوار ہے میں اپنی ماہوار آمدنی کی وصیت ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی ÷

العبد۔ محمد شریف خاں محلہ دار الرحمت قادیان۔ گواہ شد:۔ نادر خاں ملک پنشنر۔ گواہ شد: محمود احمد۔ احمدیہ میڈیکل ہال قادیان دار الامان ÷

Digitized by Khilafat Library

قادیان کا قدیمی مشہور عالم بے نظیر تحفہ

سرمہ نور رجسٹرڈ

دنیا میں اسی سرمہ نور سرموں کے سرتاج کی دھوم مچ رہی ہے

ڈاکٹر، اطباء، رؤساء، اُمراء کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسم اشتہار بنا رہا ہے۔ جملہ امراض چشم میں بیحد مفید اور بے ضرر ثابت ہو چکا ہے۔ تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر ہے ÷

قیمت فی تولہ ۲ دو روپیہ۔ ۶ چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ ہے:۔ شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان پنجاب

قرصِ مُحافظ نسل

یہ قرص اسقاط حمل کو روکنے کے لئے اکسیر ثابت ہو چکے ہیں
حمل کو برقرار رکھنے کے علاوہ دورانِ حمل میں اسکے استعمال سے بچّہ
ذہین خوبصورت اور تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اور جملہ بیماریوں مثلاً
مسّان۔ اُمّ الصبیان وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے ہزاروں خاندان جنکے
ہاں مُردہ بچے پیدا ہوتے تھے یا چندماہ کے بعد فوت ہو جاتے تھے
اس کے استعمال سے اولاد کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ استقرار
حمل سے وضع حمل تک یہ قرص حاملہ استعمال کرے۔ بچّہ کی پیدائش
سے دودھ پلانیکے زمانہ تک بچّہ کو بھی استعمال کرائیں۔ پرچۂ ترکیبِ
استعمال ہمراہ ہوگا ؛

Digitized by Khilafat Library

قیمت فی شیشی ۶۰ گولی عہ مکمل خوراک کی قیمت مبلغ اا روپے

ملنے کا پتہ

ویدک یُونانی دواخانہ لمیٹڈ

زینت محل لال کوآں۔ دھلی

Digitized by Khilafat Library

حضرت مسیح موعود کی سولہ ۱۶ ضخیم کتب صرف ساڑھے چار روپے میں

کیا اس سے بھی بڑھکر رعایت ممکن ہے ؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!!

نام کتاب	سابقہ قیمت (روپے آنے پائی)	رعایتی قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول و دوئم و سوئم	۲-۸-۰	صرف ایک روپیہ
تحفہ گولڑویہ	۱-۸-۰	صرف بارہ آنے
ایام الصلح فارسی	۱-۴-۰	صرف چار آنے
الخطاب الجلیل عربی اعلے	۱-۰-۰	صرف آٹھ آنے
التبلیغ عربی	۰-۸-۰	صرف چار آنے
سرمہ چشم آریہ	۱-۴-۰	صرف دس آنے
فریاد درد	۰-۱۰-۰	صرف تین آنے
نور الحق حصہ دوم	۰-۸-۰	صرف چار آنے
نور القرآن حصہ اول و دوم	۱-۰-۰	صرف چھ آنے
تحفہ غزنویہ	۰-۸-۰	صرف تین آنے
تذکرۃ الشہادتین	۰-۱۰-۰	صرف پانچ آنے
اسلامی اصول کی فلاسفی	۰-۶-۰	صرف ایک آنہ
دُرِّ ثمین اردو	۰-۴-۰	صرف دو پیسے
فیصلہ آسمانی	۰-۴-۰	صرف دو آنے
نشانِ آسمانی	۰-۴-۰	صرف دو آنے
لیکچر سیالکوٹ	۰-۴-۶	صرف دو پیسے
قادیان کے آریہ اور ہم	۰-۳-۰	صرف دو پیسے
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۰-۵-۰	صرف دو آنے
ذکرِ الٰہی۔ تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز	۰-۳-۰	صرف دو پیسے

خاکسار محمد اشرف مینیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

بمطبع گوشش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر قادیان سے شائع کیا۔